سنگت تراجم

Sangat Translation Series

The Woman Worker

محنت کش عورت

مصنفہ:

کروپسکایا

انگریزی سے ترجمہ:

شاہ محمد مری

Copy Rights @ *Sangat Academy*

Sangat Translation Series # 39

The Woman Worker

by: ***Krupskaya***

Translated from English: ***Shah Mohammad Marri***

جملہ حقوق سنگت اکیڈمی کے نام محفوظ ہیں!

سنگت تراجم 39

کتاب	:	محنت کش عورت
موضوع	:	سیاسی ادب
ترجمہ	:	شاہ محمد مری
پہلی اشاعت	:	نومبر 2018ء
دوسری اشاعت	:	جولائی 2022ء
قیمت	:	150 روپے

پبلشر:

سنگت اکیڈمی آف سائنسز

دی مری لیب، شیر محمد روڈ، کوئٹہ

رابطہ:0300-3829300

email: books@sangatacademy.net

Web: www.sangatacademy.net

محنت کش عورتوں
کی تحریک کے نام

فہرست

سنگت نوٹ — جاوید اختر — 5

کتابچہ

تعارف — 8

1۔ عورت ورکنگ کلاس کی ایک ممبر کے بطور — 12

2۔ خاندان میں محنت کش عورت کی حالت — 28

3۔ عورتیں اور بچوں کی پرورش — 35

4۔ اختتامیہ — 45

تشریحات — 52

سنگت نوٹ

کروپسکایا' پیٹرس برگ (روس) میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ پیٹرس برگ کے ایک مارکسسٹ سٹڈی سرکل میں شامل ہوگئی۔ اس نے 1891ء سے 1896ء تک پیٹرس سبرگ سنڈے ایوننگ سکول میں پڑھایا۔ یہیں 1894ء میں اس کی ملاقات لینن سے ہوئی۔ ان دونوں نے مل کر محنت کشوں کی تحریک کو منظّم کرنے کا کام شروع کیا۔ 1896ء میں وہ اپنی مارکسسٹ سرگرمیوں کی وجہ سے گرفتار ہوئی۔ اور سائبیریا جلاوطن کی گئی۔ 1898ء میں سائبیریا جلاوطنی ہی میں اس کی شادی لینن سے ہوئی۔ لینن بھی سیاسی جلاوطنی کی زندگی گزار رہا تھا۔ سائبیریا جلاوطنی سے رہائی کے بعد وہ لینن کے ساتھ مختلف یورپی ملکوں میں جلاوطن رہی۔

اپریل 1917ء میں وہ لینن کے ساتھ واپس روس آ گئی۔ اکتوبر 1917ء کے سوشلسٹ انقلاب میں اس نے بہت اہم کردار سرانجام دیا۔

انقلاب کے بعد وہ سوویت حکومت میں مختلف عہدوں پر فائز رہی۔ وہ 1929ء سے تادمِ وفات ڈپٹی وزیرِ تعلیم رہی۔ اس نے بہت سی تحریریں چھوڑی ہیں، جن میں ''لینن کے بارے

میں یادداشتیں''، ''قومی تعلیم کا سوال''، ''عوامی تعلیم اور جمہوریت''، ''لینن نے لائبریریوں کے بارے میں جو لکھا اور کہا'' اور ''محنت کش عورت'' قابلِ ذکر ہیں۔ اس کی سب تحریریں سوویت حکومت نے ''کروپسکایا کا مجموعہءتصانیف'' کے نام سے شائع کی تھیں۔

کروپسکایا نے مختصر کتابچہ ''محنت کش عورت''، 1898ء میں لکھا۔ یہ بنیادی طور پر روس کی دیہی کسان اور شہری صنعتی محنت کش عورتوں کے بارے میں ہے۔

یہ کتابچہ روسی محنت کش عورتوں کے شب وروز، حالاتِ کار، مسائل اور کس مپرسی پر روشنی ڈالتا ہے کہ کس طرح انھیں مردمزدوروں کی نسبت کم اجرت اور زیادہ محنت پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کیسے وہ بچوں کی نگہداشت، پرورش اور تعلیم وتربیت کرتی ہیں۔ کیسے گھرداری کا کام سنبھالتی ہیں۔ فیکٹری قوانین کس طرح ان کے مخالف ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کتابچہ محنت کش عورتوں کی سیاسی عمل میں شرکت اور محنت کش تحریک میں ان کے اہم کردار اور طبقاتی شعور کا بھی احاطہ کرتا ہے۔

آج سے کم وبیش ایک سو دس برس بیشتر لکھی جانے والی یہ دستاویز ہر ملک کی محنت کش عورتوں کے بارے میں اتنی ہی صادق ہے، جتنی کہ یہ دمِ تحریر تھی۔ اس کی اہمیت میں آج تک کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ اس کا مطالعہ ہر مرد وزن محنت کش کے لیے ضروری ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر ڈاکٹر شاہ محمد مری نے اس کا اردو ترجمہ نہایت ہی سادہ، رواں اور دل پذیر انداز میں کیا ہے، جسے ہر سطح کا قاری آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ لہٰذا سنگت اکیڈمی آف سائنسز اس کو کتابی شکل میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتی ہے۔

جاوید اختر

7 نومبر 2018ء

کروپسکایا

محنت کش عورت

تعارف

یہ کتابچہ بہت عرصہ قبل 1889ء میں مینوسنسک علاقے میں سائبیریائی گاؤں شوشن سکوئی میں لکھا گیا جہاں مجھے لینن کے ساتھ جلاوطن کیا گیا تھا۔ چوں کہ یہ میرا پہلا کتابچہ تھا، اس لیے میں بہت نروس تھی کہ آیا یہ کام کرسکوں گی یا نہیں۔ لینن نے میری خوب حوصلہ افزائی کی۔ چوں کہ اُس زمانے میں ایسی تحریر کھلے طور پر چھپ نہیں سکتی تھی، اس لیے اسے صرف غیر قانونی طور پر رازداری کے ساتھ چھاپا جاسکتا تھا۔ سال 1900ء میں لینن ''اسکرا'' کو ایک قومی اخبار کے بہ طور چلانے اور روس میں اس کی غیر قانونی تقسیم کا انتظام کرنے ملک سے باہر چلا گیا۔ وہ پلیخانوف، ایکسلراڈ، زاسولچ، مارتوف اور پوٹریسوف کے ساتھ مل کر یہ کام کرنا چاہتا تھا جو بیرونِ ملک جلاوطن تھے۔ میں اوفا کے قصبے میں جلاوطن رہی۔ لینن نے ''مزدور عورت'' کا مسودہ وہاں زاسولچ کو دکھایا، جو ایک پرانی انقلابی تھی جسے میں بہت زیادہ پسند کرتی تھی اور جس کے فیصلے کی میں عزت کرتی تھی۔ زاسولچ کا تبصرہ تھا: ''کتابچے میں کچھ غلطیاں تو ہیں مگر وہ بیل کو سینگوں سے پکڑتی ہے''، اور اس نے اسے چھاپنے کی سفارش کرلی۔ اسکرا کے ادارے نے یہ کتابچہ چھاپ دیا اور پھر یہ روس کے اندر خفیہ پریس میں دوبارہ چھپا۔ کہیں جا کر 1905ء میں اسے کھلے عام چھاپا

اور پڑھا جا سکتا تھا۔ اس پر ''سبلینا'' کا نام لکھا تھا، ایک قلمی نام جو کبھی کبھی میرے لیے استعمال ہوتا تھا۔

سال 1900ء کو پچیس برس گزر چکے ہیں اور اس دوران بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں۔ فروری اور اکتوبر انقلابات آئے۔ ورکنگ کلاس اقتدار میں آ گئی۔ ورکنگ کلاس کے حالات بدل گئے اور اس طرح مزدور عورت اور کسان عورت کے حالات بھی تبدیل ہو گئے۔ قوانین بدل گئے۔ سوویت قانون مزدور عورت اور کسان عورت کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ لینن نے محنت کش عورتوں، ان کے حقوق اور ریاست چلانے کے امور میں اُنھیں لے آنے کی ضرورت پر بہت جوش جذبے اور بہت اچھے طریقے سے لکھا۔ اچھائی کے لیے دوسرے کامریڈوں نے بھی بہت کچھ کہا۔ کمیونسٹ پارٹی کے وومین سیکشن نے اپنی سرگرمیاں بہت وسیع کیں اور ہر گزرنے والے دن کے ساتھ مزدور عورت سیاسی طور پر زیادہ باشعور ہو رہی ہے، خود اعتماد ہوتی جاری ہے اور ایک نئی زندگانی کی تعمیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ ڈال رہی ہے۔

''محنت کش عورت'' نامی کتابچے کی سطریں عمر کے ساتھ ساتھ پیلی پڑتی گئیں۔ اور یہ کتابچہ ماضی میں چلا گیا۔

پھر بھی، اس کو دوبارہ پڑھ کر میں نے سوچا کہ میں کامریڈوں کی اس تجویز سے اتفاق کروں کہ اس پرانے کتابچے کو دوبارہ چھاپا جائے۔ جب کوئی اُس وقت کی مزدور عورت کے حالات کے بیان کا آج سے موازنہ کرے، تو اسے معلوم ہوگا کہ ہم کتنا آگے نکل آئے ہیں۔ مگر وہ دوسرا پہلو بھی دیکھے گا، کہ ابھی تک بہت کچھ کرنا باقی ہے، اور مزدور عورت کی مکمل نجات کے حصول کے لیے کتنی تن دہی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

خود اپنی زندگی پر ایک نظر دوڑائیے اور مزدور عورت کی زندگی پر نظر دوڑائیے جسے آپ جانتے ہیں۔ تب آپ نکراسوف کے الفاظ میں کہیں گے: ''اوہ، مگر عورت ذات سخت ہے، عورت

ذات سے زیادہ سخت ذات مشکل سے نظر آئے گی''۔ خواہ گاؤں ہو یا قصبہ ورکنگ کلاس عورت ''ایک دائمی، دوامی ورکر'' رہے گی۔ مرد کے مقابلے میں اس پر کام اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہے۔ وہ اسی غربت، کم خوراکی اور بے خوابی کی حصہ دار ہے۔ بل کہ زیادہ غم اور ہتک دیکھتی ہے۔

نکراسوف کی ایک نظم میں ایک کسان عورت نے اپنی تلخ زندگی کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ ایک عورت نے اُسے بتایا کہ ایک زائر نے ''انکشاف کیا کہ عورت کے لیے مسرت اور آزادی کی خوشیوں کی چابیاں خود بھگوان کو بھول گئیں اور کہیں گم ہو گئیں ......گم ہو گئیں! تصور کرلو، ایک مچھلی انھیں نگل گئی......اب یہ کون سی مچھلی تھی جو اُن قیمتی چابیوں کو نگل گئی تھی، اور وہ کس سمندر میں آوارہ گردی کر رہی ہے، ''بھگوان کو یاد نہ رہا!'' رعیتی غلام عورت (Serf) صرف شکوہ کر سکتی تھی اور اس امید میں زندہ رہ سکتی تھی کہ شاید بھگوان کو یاد آ جائے کہ وہ چابیاں کہاں چھپی ہوئی ہیں۔ فیکٹری کی مزدور عورت نے اُس امید کو ترک کر دیا اور اب خود اُن چابیوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ وہ عورت اُن چابیوں کو کہاں تلاش کرے! 'مسرت کی چابیوں کو' آزادی کی پُرمسرت خوشیوں کو......''۔ یہ کتاب بالکل یہی بات بتاتی ہے۔

ہم مزدور عورت، کسان عورت کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں، وہ جو گھر میں، یا کاٹیج انڈسٹری، ورکشاپ یا فیکٹری میں کام کرتی ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ ایک مزدور عورت کے حالات بالخصوص مشکل ہیں اس لیے کہ وہ ورکنگ کلاس کی ایک ممبر ہے، یہ کہ اس کے حالات پوری ورکنگ کلاس کے حالات کے ساتھ سختی سے جڑے ہوئے ہیں، اور یہ کہ ورکنگ کلاس کی فتح ہی، پرولتاریہ کی فتح ہی، عورتوں کو نجات دے سکتی ہے۔ مزید برآں ہم انحصار و احتیاج کی حالت دیکھیں گے جس میں خاندان کے اندر مزدور عورت شکار ہے، مرد کی غلامی کرنے کو۔ ہم اُس انحصار کی وجوہات پر بات کریں گے اور بتائیں گے کہ وہ مکمل آزادی کی پوزیشن صرف پرولتاریہ کی فتح کے وقت حاصل کر سکتی ہے۔

آخر میں، ہم بتائیں گے کہ ایک ماں کے بہ طور عورت مزدور اُس فتح کے ساتھ ایک مفاد، اور ایک دلچسپی رکھتی ہے۔ صرف مزدور کاز کے لیے کندھے سے کندھا ملائے جدوجہد کی جائے تو ہی عورتیں ''آزادی کی پُرمسرت خوشی'' کی چابیاں ڈھونڈ سکیں گی۔

1۔ عورت ورکنگ کلاس کی ایک ممبر کے بہ طور

آیئے ہم محنت کرنے والی عورت کے حالات کا مطالعہ کریں۔

ہم کسان عورت سے شروع کرتے ہیں۔

اُسے کھیت کے سارے بھاری کاموں سے نمٹنا پڑتا ہے، رات دن بغیر کسی توقف کے کٹائی کے زمانے میں بھی اور ہل چلانے کے وقت بھی وہ مرد کے ساتھ ساتھ کام کرتی ہے۔ اُس کے علاوہ اسے پولٹری اور جانوروں کی دیکھ بھال کرنا ہوتا ہے، چھوٹے موٹے گھریلو کام کرنے ہوتے ہیں، کپڑے بنانے ہوتے ہیں اور بچوں کی دیکھ بھال کرنا ہوتی ہے۔ دراصل اُن کاموں کی فہرست بنانا ناممکن ہے جو کسان عورت کو کرنے ہوتے ہیں۔

غریب خاندان میں عورت کے لیے زندگی بالخصوص دشوار ہوتی ہے۔ بھاری مشقت کے علاوہ اس کے لیے بے رحم دکھ ہیں، پریشانیاں ہیں، بے عزتیاں ہیں اور غم ہیں۔

اسی دوران گاؤں کی تباہی حالیہ سالوں میں بڑھی ہے۔ چند گھرانے نسبتاً خوش حال ہیں اور اکثریت ایک یا دوسرے طور پر مفلس و کنگال ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جو درمیان میں تھے، وہ بھی غریب ہو رہے ہیں۔ لوگ سال بہ سال پستہ قد، کم زور تر اور جلد بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں۔ اُن

گھرانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے جن کے پاس (ہل چلانے کے لیے) ایک بھی گھوڑا نہیں ہے یا جن کے پاس صرف ایک گھوڑا ہے۔

آج روس میں کل دس ملین گھرانوں میں سے تقریباً تین ملین بغیر گھوڑوں کے گھر ہیں۔محض ایک گھوڑا فی گھرانہ کی تعداد بھی تین ملین ہے۔کیسا گھرانہ ہوگا جس کے پاس گھوڑا نہ ہو یا صرف ایک گھوڑا ہو! ایک گھوڑے کے بغیر کوئی کھیت میں کس طرح کام کرسکتا ہے؟ جس کھیت پہ اچھا کام نہ کیا ہوا ہو اور جس میں اچھی کھاد نہ دی گئی ہو تو اس کی پیداوار تو بہت کم ہوگی۔ایک بہت زیادہ ہل چلائی ہوئی اور تھک چکی زمین کسان اور اس کے خاندان کو نہیں پال سکتی۔کسان کو خاندان پالنے کے لیے روٹی، اور ٹیکس ادا کرنے کے لیے پیسہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔چناں چہ یہ کسان، امیر کسان کا دیوالیہ مقروض بن جاتا ہے۔اُسے اپنی محنت کے لیے دستاویزوں پر دستخط کرنے پہ مجبور کیا جاتا ہے جس کے تحت اپنے قرض کی ادائی تک اُسے مشقت کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ ہاتھ پاؤں بندھے وہ اُس شخص کا ایک طرح کا کرایہ کا مزدور بن جاتا ہے جس نے اُسے اناج یا پیسہ قرض دیا تھا۔حقیقت میں وہ محض نام کا آزاد فرد رہ جاتا ہے اس لیے کہ وہ تو خود اپنا اور اپنی فیملی کا پیٹ پالنے کے لیے دوسروں کے لیے کرایہ کا مزدور بن جاتا ہے۔اور اس کی زندگی کرائے کے مزدور سے بہتر نہیں ہوتی۔وہ سوکھی روٹی کھاتا ہے اور وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں۔مسلسل کم خوراکی اُس کی توانائی نچوڑ لیتی ہے اور تقریباً ہمیشہ خاندان ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ خاندان کے افراد معاوضہ والے کام کی تلاش میں بکھر جاتے ہیں۔کچھ علاقوں میں تو تقریباً ہر سال غریب کسانوں کے خاندان کا ایک حصہ کام کے لیے بکھر جاتا ہے۔ (سرد روس میں) خاندان عموماً گرم نہ کردہ جھونپڑیوں میں نیم تاریکی میں رہتا ہے۔مصیبت کے وقت کے لیے کچھ بھی پیسہ الگ نہیں رکھا جاتا اور لوگ محض روز کا گزارہ کرتے ہیں اس لیے ہر چھوٹی فصل کی ناکامی بھوک اور تباہی ساتھ لاتی ہے۔

گزشتہ سو سالوں میں روسی عوام 51 بار قحط میں مبتلا ہوئے۔یعنی ہر دو سال سے بھی کم عرصے میں ایک ناکام فصل۔بھوک زندگی کی ایک نارمل صورت ٹھہرتی ہے۔حالیہ دَہائیوں کی بھوک، مکمل تباہی، سکروی نامی بیماری، بھوک والی بیماریوں اور نتیجے میں اموات کی ہولناکی سے واضح ہے جو وہ غریب کسانوں کے لیے لاتی ہے۔

لاکھوں لوگ فاقہ کرتے ہیں۔ایسے غربت زدہ خاندانوں میں کسان عورت کی زندگی بیان کی حد سے بھی گری ہوتی ہے۔وہ بالکل اپنے خاوند کی طرح ایک چھوٹی سی کاشت کردہ زمین کے ٹکڑے پر گرد، گارے اور سردی سے لڑتی ہے، ایک قریبی جاگیردار یا اُس کے ساتھی خوش حال کسان کے لیے خود کو کام کے لیے وقف کرتی ہے، ٹیکسوں اور دیگر بقایاجات کی ادائی کے لیے ایک اضافی آنے ٹکے کے حصول کے لیے جدوجہد کرتی ہے، بھوکی رہتی ہے، بھوک سے بیمار پڑ جاتی ہے، اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے اور بلا تھکاوٹ کام کرتی رہتی ہے۔اس کا شوہر بھی یہی کچھ کرتا ہے۔عورت ساتھ ساتھ ''دن مزدور'' کے بطور کسی بھی آمدنی کا خیر مقدم کرتی ہے اور کام کی تلاش میں دوسرے علاقوں تک پیدل جاتی ہے۔

اُن علاقوں سے جہاں زمین کے قطعات بہت چھوٹے ہیں اور جہاں زمین اچھی نہیں ہے، ہر موسم بہار میں ہزاروں مزدور، بہ شمول تقریباً نصف کے جو غیر شادی شدہ عورتیں اور بچیاں ہیں، جنوبی روس، یوکرین، کریمیا اور کاکیشیا چلی جاتی ہیں۔وہ پیدل جاتی ہیں، صرف اور صرف بھیک میں ملے پر گزارہ کرتی ہیں، قصبہ در قصبہ چلتی رہتی ہیں جب تک کہ انھیں کام مل جائے۔جو لوگ انھیں کرائے پر لیتے ہیں رضامندی سے کچھ نہیں دیتے اور روزگار ڈھونڈنے والیوں کی بے سہارگی کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔اُن سب میں سے نوجوان عورتوں کا کام سب سے سخت ہوتا ہے۔کبھی کبھی اخباروں میں عدالتی شنوائی کے نوٹس نظر آتے ہیں جن میں اُن حالات کی تفصیل ہوتی ہے جن میں یہ نوجوان عورتیں روزگار کی تلاش کے دوران خود کو پاتی ہیں۔

زیادہ تر صوبوں میں گاؤں نہ صرف کاشت کاری میں مصروف ہوتے ہیں بل کہ اُس کام میں بھی، جسے کاٹیج انڈسٹری کہتے ہیں۔ وہ گھر میں ہاتھ والے کام کرتے ہیں اور پیداوار کا بڑا حصہ ایک درمیان والے خریدار آدمی کو بیچا جاتا ہے۔ کاٹیج انڈسٹریز مختلف ہیں: کپڑا بُننے، ٹوپیاں بنانے، کڑھائی کرنے، ٹیننگ، برتن بنانے، لیمپ بنانے، چاقو چھری بنانے، میخ اور کیل بنانے، سماوار، ریڑھی کا پہیہ بنانے، چمچہ اور مورتیاں بنانے، تالہ سازی اور دیگر بہت سے۔ ایک خاص صنعت کے ساتھ، عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایک دست کار کے پورے خاندان کی شمولیت عمومی بات ہے۔ بچے پانچ سے آٹھ سال کی عمر سے کام شروع کرتے ہیں۔ خصوصی ''عورت انڈسٹریز'' بھی ہیں جیسے کہ فیتے اور تسمے بنانا اور کپڑے جھالر سلائی۔ عورتیں عموماً بہت بھاری کام کرتی ہیں جیسے کہ چکنی مٹی گوندھنا، پشم کوٹنا، میخیں بنانا اور لوہار کی دکانوں میں کبھی کبھی ہتھوڑا مارنے والیاں وغیرہ وغیرہ۔ کاٹیج انڈسٹری کمائیاں کم قدر ہوتی ہیں۔ اس لیے، موچی چار یا پانچ روبل ماہانہ کما لیتے ہیں اور اپنی خوراک خود کما لیتے ہیں۔ گلوگا ضلع میں مدین کے علاقے کی کپڑے بننے والیاں اور ماسکو صوبہ میں فیتے اور تسمے بنانے والیاں روزانہ دس کوپیک بنا لیتی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ کام 16 سے 19 گھنٹے روز تک کا ہوتا ہے۔ کاٹیج انڈسٹری کی تصویر میں سے کچھ حاصل کرنے کے لیے آیئے چٹائی یا، دری کی پیداوار کی مثال لیں اور چھال ریشے سے اکثریت کسان پاپوش استر چھال کی مثال لیں جو کہ کالوگا، ویاٹکی، کوسٹروما، نژنی نوگوروڈ اور دوسرے علاقوں میں وسیع پیمانے پر ہوتا ہے۔ کام 18 گھنٹے یومیہ تک جاری رہتا ہے اور پورا خاندان اس میں شامل ہوتا ہے۔

بچے پانچ برس کی عمر میں استر چھال چننا شروع کرتے ہیں اور آٹھ سال کی عمر میں بڑوں والے کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ موسم سرما چھ ماہ تک چلتا ہے، جس دوران چار کا ایک گروپ 20 سے 25 روبل تک کما لیتا ہے۔ موسمِ بہار آتے آتے مزدور اس قدر کمزور ہو جاتے ہیں کہ وہ شرابیوں کی طرح ڈگمگا کر چلتے ہیں۔ پاؤلوف گاؤں سے گھریلو کام کرنے والی، تالا بنانے

والی کی حالت افسوس ناک اور تذلیل بھری ہے جو خریداروں میں سے قرض دینے والے کے پیچھے بھاگتی ہیں اور پھر واپس آتی ہیں۔ یہ حالت پاؤلوف گاؤں کی رسم ''رہن رکھی جانے والی بیویاں'' کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔ حتیٰ کہ عام کام کرنے سے، ایک پوری فیملی اس قدر نہیں کماتی کہ ایک سوموار مارکیٹ ڈے سے دوسرے تک کا گزارہ ہو سکے اور سارا ہفتہ اضافی کام تلاش کرنے میں خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ہر ہفتہ انھیں رہن رکھنا ہوتا ہے جو کچھ وہ کما چکی ہیں۔ مارکیٹ ڈے پر کاٹیج مزدور اپنے سامان کا ایک نمونہ لے کر ایک خریدار تک لے جاتا ہے اور جب ایک قیمت پر رضامندی ہوتی ہے تو ایک خاص گھنٹا تک سامان ڈیلیور کرنے کا وعدہ کرتا ہے مگر وہ سامان اس دوران قرض دینے والے کے رہن میں رہا ہے اور کسان اُس کے ساتھ معاملات نمٹانے کے مالی وسائل نہیں رکھتا، اس لیے کاٹیج ورکر اپنی بیوی کو دکان لاتا ہے، سامان اٹھاتا ہے جس کا اس نے خریدار کے سٹور پہنچانے کا وعدہ کیا تھا اور اپنی بیوی کو اُس وقت تک ضمانت کے بہ طور وہاں چھوڑ دیتا ہے جب تک کہ وہ سامان کے پیسے حاصل کرتا ہے۔ یہ ہے طریقہ جس میں مزدور اور اس کی بیوی کو آگے پیچھے ہر گزرتے سال کی تدبیر کرنے پر مجبور ہونا ہوتا ہے۔

ہر گزرتے سال کے ساتھ بڑھتی ہوئی غربت کسان کاٹیج ورکر کو شہر کی طرف دھکیلتی ہے۔ اپنے گھر میں اس کا کام فیکٹری میں اس کے کام سے بدل جاتا ہے۔ یہی ضرورت کسان عورت کو بھی شہر کی طرف ہانکتی ہے۔ عورت کی محنت بہت سی ملوں میں بہت وسیع طور پر استعمال ہوتی ہے بالخصوص کاٹن سپننگ، اور پشم اور ریشم کی پراسیسنگ میں۔ کاٹن ملوں میں تو عورتیں مردوں سے بھی زیادہ ہیں۔ دوسری طرف کچھ صنعتوں مثلاً سٹیل فاؤنڈریز میں عورتیں ہیں ہی نہیں۔

1890ء میں یورپی روس میں ملوں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والی عورتوں کی تعداد تقریباً چوتھائی ملین تھی۔ اور اُس وقت سے اب یہ تعداد کافی بڑھ چکی ہے۔ جہاں جہاں عورتوں کی

محنت عام ہوئی ،مثلاً کاٹن اور کاٹن فیبرک ملوں میں ،تو وہاں عورتوں کی اجرتیں ،مردوں سے کم ہیں۔ایک ریسرچر نے حساب لگایا کہ اُن صنعتوں میں عورت مزدور کا معاوضہ مرد کے معاوضے کا 4/5 حصہ ہے۔البتہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ اُن صنعتوں میں مردوں کو نسبتاً کم معاوضہ ملتا ہے اور اُس معاوضے پر گزارہ بہت مشکل ہوتا ہے۔

جہاں عورتیں شاذ و نادر موجود ہوتی ہیں وہاں اُن کی اجرت اس قدر کم ہوتی ہے کہ اُس اجرت پہ زندہ نہیں رہا جا سکتا۔ اس لیے عورتوں کی اجرت خاندان کی آمدنی میں محض معمولی سا اضافہ کرتی ہے اور اگر عورت اکیلے رہ رہی ہے تو غربت نہ صرف اُسے اپنی قوتِ محنت بیچنے پر مجبور کرتی ہے بل کہ خود کو بھی۔عصمت فروشی اشد ضروری اضافی آمدن مہیا کرتی ہے ۔ وہ ایک فیکٹری میں کام کرتی ہے تو عورت کے لیے کام کے وہی گھنٹے ہوتے ہیں جو مرد کے لیے ہوتے ہیں(دو جون کے ایک قانون کے مطابق یہ ساڑھے گیارہ گھنٹے ہیں) ۔قانون عورتوں کے لیے ورکنگ ڈے کی طوالت کی کوئی حد مقرر نہیں کرتا۔ ہمارے فیکٹری قوانین کے مطابق عورتوں کی محنت سے متعلق محض ایک فرمان موجود ہے اور وہ ٹیکسٹائل انڈسٹری میں رات کی محنت سے منع کرتا ہے۔اگر عورت سربراہِ خاندان کے اسی احاطے میں کام کرتی ہے یعنی باپ یا خاوند کے،تب اُسے رات کو بھی محنت کرنے کی اجازت ہے۔وہ عموماً گنجان ،گرد آلود، سخت گرم یا نمی والی عمارتوں میں تھکا دینے والے اور یکساں کام پہ محنت کرتی ہیں۔حد سے زیادہ غیر صحت مندانہ کام عورت کی صحت کو نقصان دیتا ہے، اُتنا ہی نقصان جتنا کہ کم خوراکی اور خستہ مکانی پہنچاتی ہے۔کھردری اور سخت خوراک، جو اُس وقت زیادہ آسانی کے ساتھ برداشت کی جا سکتی ہے جب کوئی کھلے میں جسمانی کام میں لگا ہوا ہو۔مگر، یہ فیکٹری مزدور کے کم زور شدہ جسم کے لیے نقصان دہ ہے۔ بہ یک وقت عورتیں مرد کے مقابلے میں بھی بہت خراب خوراک کھاتی ہیں۔ وہ یا تو خود اپنی عورتوں کی خوراک تیار کرنے کے کوآپریٹو بناتی ہیں، جہاں خوراک اُس سے بھی بری ہوتی ہے جو مردوں کو ملتی ہے اور

اگر وہ مردوں کے کوآپریٹو گروپس میں داخل ہوں تو کم خرچ کرتی ہیں اور گوشت کھانا چھوڑ دیتی ہیں۔

ایک عورت کی اجرت مرد سے کم ہے اور وہ اپنی خوراک کم کرنے پر مجبور ہے۔فیکٹری علاقوں میں رہائشی سہولت خراب ہے، جو گندی اور حد سے زیادہ مہنگی ہے۔رات کو اتنے زیادہ لوگ ٹُھس جاتے تھے کہ کوارٹرز کے مالکان کو اکثر پتہ نہیں ہوتا تھا کہ اُن کوارٹرز میں کتنے لوگ رہ رہے ہیں ۔ بدبو دم گھٹا دینے والی ہے۔مثال کے طور پر سینٹ پیٹرز برگ کے فیکٹری علاقوں کے رہائشی کوارٹرز، نیوسکی ایونیو والوں سے زیادہ مہنگے ہیں۔ ایک بستر پر دو کے رات کا کرایہ ایک روبل 25 کوپیک سے 4 روبل ماہانہ ہے۔ یہ فیکٹری خواب گاہ سے بہتر نہیں ہے۔ یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ ایسے حالات میں رہنے سے عورت فیکٹری مزدور ہر طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ فیکٹری کے مضر حالات سے عورت مرد کے مقابلے میں زیادہ مبتلا ہوتی ہے اور فیکٹری ڈاکٹر نوٹ کرتے ہیں کہ عورت مزدور، مردوں کے مقابلے میں بیمار بھی زیادہ پڑ جاتی ہیں اور سیریس بھی زیادہ ہوتی ہیں۔

مِل میں کام کرنے کے علاوہ عورت مزدور شہر میں درزن ،انگیا اور کلاہ ساز اور گل فروشوں کے بہ طور کام کرتی ہیں۔مگر اس طرح کی دست کاریوں سے آمدن حاصل کرنے کے لیے کسی کو چند سالوں تک کے لیے سیکھنا ہوتا ہے جس کے لیے ادائی کرنا پڑتی ہے۔لہٰذا یہ بہت سوں کی پہنچ سے باہر ہوتا ہے۔مزید برآں سیکھے ہوئے ہونے میں بھی آمدنی قلیل ہوتی ہے۔بہترین چیز بڑے ورکشاپ میں کام تلاش کرنا ہوتی ہے جو دکانوں کو سپلائی کرتے ہوں۔مگر وہاں اجرتیں غیر معمولی طور پر کم ہوتی ہیں۔کام کے گھنٹے مِل سے کسی صورت کم نہیں ہوتے۔ 1785ء کا ایک قانون ہے جس کے تحت شاگردوں کو صبح 6 بجے کام شروع کرنا ہوتا ہے اور رات کے چھے بجے تک کام کرنا ہوتا ہے۔جس میں ڈیڑھ گھنٹا کھانے اور آدھ گھنٹا ناشتے کا وقفہ ہوتا ہے۔اس طرح یہ کام

کے دس گھنٹے بنتے ہیں۔مگر وہ قانون بھی بس کاغذ پر ہوتا ہے اور اس پر کہیں بھی عمل نہیں ہوتا۔ ٹریننگ سکولوں پہ کوئی نگرانی نہیں ہوتی اور شاگردوں کی اکثریت نے اس قانون کا سنا بھی نہیں ہوتا۔صرف ملک کے مغربی حصے میں، جہاں شاگرد زیادہ متحد ہیں اور ایک ساتھ عمل کرتے ہیں وہاں کچھ کیس ہوئے جہاں ہڑتالوں کے ذریعے مالکوں کو دس گھنٹے دن کے کام کے قانون پر عمل کرنے پہ مجبور کیا جاتا ہے۔عموماً ''پیک'' سیزن میں سیکھنے کے سکولوں میں کام عملاً رات بھر چلتا رہتا ہے۔ماہر دست کار ساڑھے گیارہ گھنٹے کام نہیں کرتا۔یہ ملز کے اندر قانون ہے۔مگر جب تک ان میں طاقت ہوتی ہے وہ بنچوں یا ننگے فرش پر نیند پوری کر لیتے ہیں۔''پیک سیزن'' کے بعد لے آف (برطرفیوں) کا زمانہ آتا ہے جس کو ہنر مند عورت مزدوروں کو خواہ وہ چاہیں یا نہیں، جیب میں ٹکا تک نہ ہوتے ہوئے بھی ''انجوائے'' کرنا ہوتا ہے۔

چناں چہ پورے ملک میں ہر جگہ عورت مزدور کی حالت انتہائی سخت ہے، اس لیے کہ وہ اُسی کچھ میں مبتلا ہے جس میں مرد مزدور مبتلا ہے۔مرد مزدور کی طرح وہ بھی بغیر وقفے کے کام کرتی ہے، غربت جھیلتی ہے، اور مرد مزدور ہی کی طرح، وہ سماج کے اس طبقے سے تعلق رکھتی ہے جو سب سے زیادہ محروم اور استحصال شدہ ہے۔عورت مزدور ورکنگ کلاس کی ممبر ہے اور اُس کے سارے مفاد اُسی طبقے کے مفاد سے سختی سے جڑے ہوئے ہیں۔

جب ورکنگ کلاس کوئی بہتری جیت لے گی تو عورت مزدور کی حالت بھی تبدیل ہوگی۔اگر ورکنگ کلاس بھکاریوں والی جہالت اور حقوق کے بغیر رہے گی تو عورت مزدور اسی دردناک وجود میں گھسٹتی رہے گی جس میں کہ وہ آج ہے۔لہٰذا عورت مزدور اس بات سے بے تعلق نہیں رہ سکتی کہ آیا ورکنگ کلاس ایک بہتر مقدر جیتے گی؟ مزدوروں کا کاز اس کا اپنا محبوب اور اہم کاز ہے۔مزدور کا کاز اُس سے اسی قدر قریب ہے جتنا کہ مرد مزدوروں کے قریب ہے۔

آیئے دیکھیں کہ۔اِس ''ورکرز کاز'' میں کیا کیا چیز شامل ہے؟

مزدور (ورکرز) اپنے حالات سے غیر مطمئن ہیں اس لیے کہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اُن کے ہاتھوں سے، اُن کی محنت سے ساری دولت پیدا ہوتی ہے۔پھر بھی اس محنت سے انھیں صرف اتنا ملتا ہے کہ وہ اپنا پیٹ بھر سکیں اور محنت کرنے کی اپنی صلاحیت برقرار رکھ سکیں۔وہ اپنے لیے کام نہیں کرتے بل کہ ملوں، زمینوں، کانوں، دکانوں اور دیگر کے مالکان کے لیے کام کرتے ہیں۔وہ اُن لوگوں کے لیے محنت کرتے ہیں جنھیں عام طور پر بورژوازی کہا جاتا ہے۔

سارے قانون جائیداد والے طبقے کی خدمت کے لیے بنائے جاتے ہیں۔اور سارا ملک بورژوازی کے مفادات میں چلایا جاتا ہے۔ورکرز کا قانون بنانے میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، نہ ملک کی انتظام کاری میں کوئی کردار ہوتا ہے۔ان کا کام مشقت کرنا ہے۔دوسروں کے لیے بغیر تھکے مشقت کرنا ہے، ٹیکس دینے ہیں، خاموش رہنا ہے، اور خاموشی و تابع داری سے سردی اور بھوک برداشت کرنا ہے اور اپنے شخصی وقار کی گراوٹ میں مبتلا ہونا ہے۔

مزدور نظام بدلنا چاہتے ہیں۔وہ مزید طبقات نہیں چاہتے، کوئی امیر غریب نہیں۔وہ زمین، اور فیکٹریاں، ورکشاپیں اور معدنی کانیں پرائیویٹ افراد کی ملکیت میں نہیں چاہتے۔بل کہ چاہتے ہیں کہ اُن کی ملکیت اور انتظام کاری پورے سماج کی ہو۔اب مالکان صرف خود کو امیر بنانے کی ترکیبیں سوچتے ہیں۔وہ اُن مزدوروں کی صحت، آرام اور خوش حالی کے بارے میں نہیں سوچتے جو اُن کے لیے محنت کرتے ہیں۔وہ محنت کرنے والے انسانوں کی زندگی کو صفر کی طرح گنتے ہیں......منافع اُن کا اہم مقصد ہوتا ہے۔

جس وقت پیداوار کا کنٹرول پرائیوٹ مالکوں سے سماج کے ہاتھوں منتقل ہو جائے گا تو چیزیں تبدیل ہو جائیں گی۔سماج خود کو ''ہر ایک کے لیے اچھی طرح زندگی گزارنے کو'' ممکن بنانے پر لگائے رکھے گا، یہ دیکھنے کے لیے کہ ہر شخص کے پاس ضرورت کی ہر چیز موجود ہے، ایک بھرپور زندگی انجوائے کرنے کے لیے کافی آزاد ٹائم ہے، اور جو مسرت اور لطف میسر ہے، اس سے

وہ لطف اندوز ہو۔ ورکرز جانتے ہیں کہ اس میں کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے کہ چیزیں کافی مقدار میں میسر ہیں۔

مشینوں س کی آمد نے انسانی محنت کی پیداواریت کو بہت بڑھا دیا، اور زمین کی کاشت کے نئے طریقوں نے اس کی زرخیزی کو بڑھایا۔ اس لیے مشینوں کے آنے سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر ایک کے لیے ہر چیز کافی ہوگی۔ موجودہ حالات میں لوگ غربت میں رہتے ہیں، اس لیے نہیں کہ اناج یا پوشاک ناکافی ہے۔ اناج ریل وے سٹیشنوں پہ پڑا رہتا ہے اور خریداروں کے انتظار میں گل سڑ جاتا ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ ساتھ محنت کرنے والے عوام الناس بھوک سے سُوجھ جاتے ہیں اور مرجاتے ہیں۔ فیکٹری مالکان کے سٹور غیر فروخت شدہ مال سے پھٹ جاتے ہیں جب کہ اُن کے گیٹوں پر روزگار کی تلاش میں چیتھڑوں میں مجمعے کھڑے ہیں۔

جب پیداوار کا انتظام معاشرہ کرے گا تو ہر ایک کو کام کرنا ہوگا۔ مگر محنت اس قدر مشقت بھری نہیں رہے گی جتنی کہ آج ہے۔ اس لیے کہ کام کرنے کے ناخوش گوار پہلوؤں کو ہلکا بنانے کے لیے سب کچھ کیا جائے گا اور محنت گُھٹن والی، بدبودار اور متعدی مرض پھیلانے والی فیکٹریوں میں نہیں کی جائے گی بل کہ روشن، کشادہ، خشک اور اچھی طرح ہوادار عمارتوں میں ہوگی۔ محنت اس قدر طویل نہیں ہوگی جتنی کہ آج کل ہے۔ اس لیے سب کام کریں گے اور آج کے برعکس کچھ مزدوروں بشمول بچوں اور حاملہ عورتوں کو اپنے کام کے بوجھ پر تناؤ کا شکار ہوتے نہ دیکھا جاسکے گا، جب کہ دوسروں کو بے روزگار اور کام کے لیے ناامیدی سے تلاش میں نہیں دیکھا جاسکے گا۔ ہر شخص کو کام کرنا ہوگا مگر یہ جبر کے تحت نہ ہوگا، تھکا دینے والا نہ ہوگا اور ذلیل کرنے والا نہ ہوگا جس پہ کہ آج ورکنگ کلاس مجبور ہے۔

سماج کم زوروں، بیماروں اور بوڑھوں کا خیال اپنے ذمے لے گا۔ مستقبل کا کوئی خوف نہ ہوگا، کسی پچھواڑے میں مرجانے کا خوف نہ ہوگا، دوسروں کی محتاجی، بھکاری کی سی زندگی

گزارنے کا خوف نہ ہوگا۔ لوگ جب بیمار پڑیں گے تو انھیں یہ خوف نہ ہوگا کہ خاندان محتاجی میں جائے گا۔ اس لیے کہ سماج بہ حیثیت مجموعی بچوں کی پرورش، اُن کی نگہداشت اور انھیں مضبوط، صحت مند، عقل مند، کارآمد اور صاحبِ علم لوگ بنانے کا ذمہ دار ہوگا۔ وہ اچھے سٹیزن ہوں گے۔

جو لوگ اس طرح کے حالات چاہتے ہوں اور اس کے حصول کے لیے لڑتے ہوں، سوشلسٹ کہلاتے ہیں۔

ایسا بالخصوص مزدوروں میں ہوتا ہے کہ وہاں سوشلسٹ زیادہ ہوتے ہیں۔ جرمنی، بلجیم، فرانس اور کچھ دوسرے ممالک میں ملینوں سوشلسٹ ہیں اور وہ مزدور پارٹیوں میں منظّم ہیں جو کہ ہم آہنگی میں عمل کرتے ہیں اور مل کر اپنے مشترکہ مفادات کی حفاظت کرتے ہیں اور انھوں نے بہت ترقیاں کی ہیں۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ سوشلسٹوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔

مزدور کسی دوسرے سے اپنے حالات میں بہتری لانے کی کوئی توقع نہیں کرسکتے، نہ بادشاہ اور نہ دیوتا اُن کی مدد کرے گا۔ بادشاہ ہر چیز کو سرمایہ داروں اور اشرافیہ کی نظر سے دیکھتا ہے، وہ ان ہی پر عنایتیں برساتا ہے اور انھیں ہی سارے حقوق عطا کرتا ہے۔ وہ ملک کا انتظام اُن کے حوالے کرتا ہے اور اُن مزدوروں کو فسادی قرار دیتا ہے جو اپنے حقوق کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ ہڑتال پر موجود غیر مسلح مزدوروں پہ گولی چلانے والے فوجیوں کی اعزاز کے ساتھ شکر گزاری کرتا ہے۔ چناں چہ 1895ء میں یوروسلاول میں کورزِنکن ٹکسٹائل مل میں بے چینی پیدا ہوئی تھی۔ بادشاہ کہنے کو تو کہتا ہے کہ وہ فیکٹری مالکان اور مزدور دونوں کی بہبود کو مساوی طور پر اپنے دل کے قریب رکھتا ہے، مگر کوئی اندھا ہی یہ دیکھ نہ سکے گا کہ وہ خالی خولی الفاظ ہیں۔

دیوتا غریبوں کی مدد کو نہیں جاتا۔ اُس کے خدام محکوموں کو محض صبر اور انکساری کی تبلیغ کرتے ہیں، اپنے ستم گر سے محبت کرنے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ''حرص گناہ ہے'' والی تبلیغ اُن لوگوں کو کرتے ہیں جو بمشکل اپنا پیٹ بھر سکتے ہیں۔ وہ اُن لوگوں پر بے کاری کا الزام لگاتے ہیں جو

دن میں 16 سے 18 گھنٹے تک مشقت کرتے ہیں۔اور وہ آسمان کی بادشاہت کی بات کرتے ہیں جب کہ اُن ساری سوچوں کو علیحدہ کرنے کی حد درجہ کوشش کرتے ہیں جو مزدوروں کے لیے زمین پر ایک بہتر زندگی لا سکتے ہوں۔ اِس زمین کے بارے میں بات کرنا اور شکایت کرنا گناہ ہے اور گناہوں کی سزا مہربان دیوتا دیتا ہے......نہیں۔مزدور، دیوتا اور بادشاہ سے کچھ کی توقع نہیں کر سکتے۔ یہ توقع کرنا بھی وقت کا ضیاع ہے کہ سرمایہ دار اپنا ذہن بدل دیں گے اور ان کا استحصال کرنا بند کر دیں گے، بالکل اس طرح جیسے بھیڑیا کے بکریاں کھانے سے رک جانے کا انتظار کیا جائے، یا پرندوں کی طرف سے کیڑے کھانا ترک کر دینے کا انتظار کیا جائے۔سرمایہ دار قوتِ محنت کے استحصال پہ زندہ ہیں اور کبھی بھی استحصال ترک نہیں کریں گے۔

سارے ممالک کے ورکرز جانتے ہیں کہ وہ اپنے علاوہ کسی اور پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ وہ جانتے ہیں کہ خود انھیں زمین پر ایک بہتر زندگانی جیتنا ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اُن میں سے ہر شخص انفرادی طور پر بے طاقت اور بے دفاع ہے، مگر ایک بار جب ایک بڑی فوج کے اندر سب متحد ہو جائیں تو وہ ایک طاقت بن جاتے ہیں جس کے سامنے کوئی ریاست نہیں ٹھہر سکتی۔ مزدور جتنا زیادہ اتفاق میں اقدام کریں گے اتنی ہی طاقت سے وہ اپنے حقوق کے لیے لڑیں گے، جتنا زیادہ شفاف وہ اپنی صفوں کی قدر کرنے آئیں گے، اور اپنے مقاصد کو شناخت کریں گے، اتنی قوت کی وہ نمائندگی کریں گے۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ مزدوروں کے اجتماعات میں ''دنیا بھر کے ورکرز ایک ہو جاؤ'' اور ''ایک سب کے لیے اور سب ایک کے لیے'' کے الفاظ دہراتے جاتے ہیں۔ ورکرز کو ایک طویل اور مصمم جدوجہد کرنا ہوگی۔ آگے کے لیے ہر قدم کے لیے لڑنا ہوگا۔

پہلے پہل ورکرز اُن مطالبات کے لیے لڑتے ہیں جو اُن کے قریب ترین ہوں۔ یعنی تنخواہوں میں اضافے کے لیے، مختصر کام کے دن کے لیے، ایسے سارے ناجائز طریقوں کو ہٹانے کے لیے جو انہیں ہڑتال سے منع کرتے ہیں، اپنے معاملات پر بحث کرنے کے لیے

اجتماعات سے منع کرتے ہیں اور جو یونین بنانے سے منع کرتے ہیں۔ انہیں اپنی ضروریات اور مطالبوں کو اخبار میں لکھنے نہیں دیا جاتا۔ مالکوں اور مزدوروں کے بیچ ساری مخالفتوں میں حکومت مالکوں کی طرفداری کرتی ہے۔ ورکرز جانتے ہیں کہ فیکٹری مالکان سے جدوجہد کے واسطے مناسب طور پر تنظیم رکھنے کے لیے انھیں ہڑتال کی آزادی چاہیے، میٹنگیں کرنے اور یونین بنانے کی آزادی، تقریر کی آزادی اور پریس کی آزادی چاہیے۔ مگر وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بڑے سرکاری بیوروکریٹ ہمیشہ عالی مقام اور امیروں کی طرف داری کرتے ہیں، اور ہمیشہ مزدوروں کے خلاف قوانین بناتے ہیں تاکہ ورکرز اندھیرے اور لاعلمی میں رہیں۔ وہ ہمہ وقت تازہ ٹیکس اور کٹوتیاں لگاتے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اُس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک مزدور، اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے قوانین بنانے میں اور سماج کو چلانے میں اپنی آواز نہ رکھیں۔ چناں چہ مزدور مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک کو اُن قوانین کے مطابق چلایا جائے جو پارلیمنٹ کے منظور کردہ ہوں، افسر شاہی جو ملک کو چلانے کے اپنے اقدامات کے سلسلے میں پارلیمنٹ کو جواب دہ ہوتا کہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر عوام پر کوئی ٹیکس وغیرہ لگائے نہ جا سکیں اور یہ کہ لوگوں سے جمع کردہ رقوم کے استعمال کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے۔

مزدور عام رائے دہی اور مساوی رائے دہی کا مطالبہ کرتے ہیں جو انھیں اپنے نمائندے پارلیمنٹ بھیجنے کی اجازت دے گی۔ دوسرے لفظوں میں مزدور سیاسی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ سیاسی آزادی کے بغیر اور ملک کو چلانے میں شراکت داری کے بغیر مزدور کبھی بھی سماج کے ایک سوشلسٹ نظام کے اپنے عزیز مقصد کو حاصل کرنے کے قابل نہ ہو سکیں گے۔ لہٰذا سارے ملکوں کے مزدور سیاسی آزادی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ یورپی ممالک میں تو پہلے ہی پارلیمنٹ موجود ہیں جہاں مزدوروں کو اُن ممالک کو چلانے میں کچھ شنوائی حاصل ہے۔ حالاں کہ بہت سے ملکوں میں وہ شراکت داری موجود نہیں۔ صرف روس میں مزدور اور دیگر عام سارے

لوگوں کوقوانین بنانے اور ملک کی انتظام کاری میں حصہ لینے سے مکمل طور پر باہر رکھا گیا ہے۔ یہاں سب کچھ بادشاہ کے حکام طے کرتے ہیں جو صرف اپنے آپ کو جواب دہ ہیں۔اُن ممالک میں جہاں سیاسی آزادی ہے وہاں مزدور سیاسی پارٹیوں میں منظّم ہیں، وہ پہلے ہی بہت کچھ حاصل کر چکے ہیں اور وہاں مزدوروں کے حالات روس سے بہت بہتر ہیں۔روس میں مزدور کاز کے لیے جدوجہد محض ابھی شروعات میں ہے اور مزدور تحریک طفلی حالت میں ہے۔مگر آج روس کے سارے کونوں میں جدوجہد کی مشعلیں روشن کی گئیں، ہر گزرتے سال کے ساتھ مزدور تحریک بڑھوتری کرے گی اور مضبوط ہوگی۔

تو پھر، ورکرز کاز کو جیتنے کی جدوجہد میں عورت مزدور کس طرح کا تعلق رکھے؟ کیا اُسے اس میں حصہ لینا چاہیے؟

آج یہ عمومی معاملہ ہے کہ عورت مزدوروں کے کاز میں اپنے خاوند کی شمولیت پر ایک بہت منفی رویہ اپناتی ہے۔ وہ مکمل طور پر غلط سمجھتی ہے کہ وہ کس چیز میں شمولیت کر رہا ہے اور وہ صرف اس میں خطرہ دیکھتی ہے۔وہ اکثر ورکرز کے کاز یا ورکرز کی تحریک کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی، لہٰذا اپنے خاوند کو نہیں سمجھتی، نہ اُس سے ہم دردی کرتی ہے۔وہ ہر طریقے سے اس کے مطالعہ میں مداخلت کی کوشش کرتی ہے اور وہ اُس کے دوستوں کے ساتھ معاندانہ رویہ رکھتی ہے۔ سیاسی طور پر باشعور نوجوان مزدور عموماً بتاتے ہیں کہ ایک ایسی بیوی ڈھونڈنا مشکل ہے جو اُن کی سرگرمیوں میں اُن سے ہم درد ہو، اور یہ کہ وہ کسی ایسی عورت سے شادی نہیں کرنا چاہتے جو انھیں پیچھے دھکیلے۔

سیاسی طور پر باشعور مرد مزدوروں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں کو ورکرز کے کاز کے لیے جدوجہد میں شامل نہیں ہونا چاہیے، یہ کہ یہ اُن کا کام نہیں ہے، اور یہ کہ یہ زیادہ بہتر ہوگا اگر صرف مرد جدوجہد کو جاری رکھیں۔ یہ ایک غلط اپروچ ہے۔مردوں کے لیے خود

سے جیت جانا مشکل ہوگا۔اگر عورتیں ورکرز کی تحریک میں شامل نہ ہوں، اگر وہ اس کی مخالف ہوں تو وہ ہمیشہ اُن کے راستے میں رکاوٹ ہوں گی۔فرض کریں مرد مزدور ایک ہڑتال منظّم کریں اور مالک تسلیم کرنے پر تیار ہے مگر عورتیں مردوں کی جگہ پر کام کرنے کی پیش کش کر دیں تب ہڑتال تو برباد ہوگئی ناں۔ہم ان عورتوں کی طرف سے نقصان کی حد جانتے ہیں جو کہ منظّم نہیں ہیں اور جو ورکرز کی تحریک میں حصہ نہیں لیتیں۔عورتوں کو جدوجہد میں شامل ہونے سے روکنا ایسا ہی ہے جیسے ورکرز کی فوج کے آدھے حصے کو غیر منظّم چھوڑ دیا جائے۔

سیاسی طور پر سب سے زیادہ باشعور مرد مزدور سمجھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ ورکرز کے کاز کی جدوجہد میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ چلیں تاکہ جنگ جو ورکرز کی فوج کی صفوں میں تعداد بڑھ جائے اور فتح حاصل کرنے کے لیے مزدوروں کی صفوں کو مضبوط کیا جائے۔ یہ اُس حد تک ہے جہاں وہ پیداواری محنت میں ایک رول ادا کرنا شروع کرتی ہیں جسے وہ زیادہ سے زیادہ صاف دیکھتی ہیں کہ اُن کے مفادات وہی ہیں جو مزدور مردوں کے ہیں۔وہ یہ سمجھتی ہیں کہ ان کی اپنی آزادی ورکنگ کلاس کی آزادی کے ساتھ قریبی طور پر جڑی ہوئی ہے۔وہ دیکھتی ہیں کہ ان کے پاس ورکرز کے کاز کے لیے جدوجہد کے سوا کوئی راستہ نہیں۔

روسی سلطنت کے مغربی حصے میں سیاسی طور پر سب سے باشعور ''عورت مزدور'' پہلے ہی تحریک سے جڑی ہوئی ہیں۔ وہ مرد مزدوروں کی جدوجہد میں اُن کی مدد کرتی ہیں اور جو کچھ مزدوروں کی تحریک کے بارے میں کہی یا لکھی ہوئی ہے، اُسے توجہ سے فالو کرتی ہیں۔ وہ عوامی جلسوں میں حصہ لیتی ہیں، یوم مئی مناتی ہیں اور منظّم ہوتی ہیں اور خود اپنے عورتوں کے اخبار تلاش کر چکی ہیں۔عورتوں کی تحریک سال بہ سال بڑھتی جا رہی ہے۔

روس کے کچھ حصوں میں عورتیں بھی جدوجہد میں حصہ لینا شروع کر رہی ہیں۔مثال کے بہ طور ہم 1895ء میں سینٹ پیٹرس برگ میں لافارمے تمبا کو فیکٹری میں عورتوں کی ہڑتال کا

تذکرہ کرسکتے ہیں۔ 1897ء میں بریسٹ۔لیٹواسک اور بیلوسٹوک کے سگریٹ کے پیکٹ بنانے والی اور سگریٹ فیکٹریوں کی، اور حال میں کیف میں کآٹزسگریٹ کے کاغذ کی فیکٹری کی، ولآنا میں ہوزری ورکرز کی، اور کونشن ورکس پہ ریگا اور سر پوخوف کی ہڑتالوں کا تذکرہ کرسکتے ہیں۔اُن کے ساتھ ساتھ، عورتیں اور مرد عموماً کاٹن بافی اور سپننگ ملز پہ بہ یک وقت واک آؤٹ کرتے ہیں۔

2۔ خاندان میں محنت کش عورت کی حالت

بلاشبہ عورت مزدور صرف اس لیے دکھ نہیں اٹھاتی کہ وہ کام کرنے باہر جاتی ہے۔بل کہ وہ عورت ہونے کی وجہ سے بھی دکھ اٹھاتی ہے، مرد کی محتاج ہونے کی وجہ سے بھی۔

بچپن ہی سے کسان لڑکی اپنے والدین کی محض ایک ملکیت قرار دی جاتی ہے۔وہ اُس سے صبح سے لے کر رات تک کام کراسکتے ہیں، کام کے لیے باہر بھیج سکتے ہیں اور اس کی ساری کمائی اُس سے چھین کر لے جاتے ہیں۔مندرجہ ذیل باتوں سے بڑے پیمانے پر کسان لڑکی کی اپنے باپ کی ملکیت ہونے کو دیکھا جاسکتا ہے۔ایسے بہت سے واقعات ہوئے ہیں جہاں ایک گاؤں کے لوگوں نے ایک لڑکی کو اُس وقت تک شادی سے روکے رکھا جب تک کہ اُس کے باپ نے اپنے قرضے ادا نہ کیے ہوں۔اس طرح کے معاملے میں لڑکی کی شخصیت کوئی معنی نہیں رکھتی۔اس لیے کہ اُسے محض ایک ملکیت کے بہ طور دیکھا جاتا ہے جسے قرض کی ادائی کے بہ طور رہن رکھا جاسکتا ہے۔لڑکی کو عموماً ایک ایسے فرد کے ساتھ بیاہ دیا جاتا ہے جسے وہ جانتی تک نہیں۔آہ و فریاد کی رسم جو کہ ہر جگہ موجود ہے اور جو شادی کے موقع پر لڑکیوں کے لیے ادا کی جاتی ہے، اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ کس قدر کم خوشی، اُس کا انتظار کرتی ہے۔جب ایک دلہن کا انتخاب کیا جاتا ہے تو جو اہم

صفات اس میں تلاش کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں کہ لڑکی صحت مند ہو، اچھی طرح کام کرتی ہو اور جو مضبوط ہو، چست و چالاک ہو اور سخت جان ہو۔لڑکی باپ کے خاندان کو چھوڑ کر شوہر کے خاندان چلی جاتی ہے۔ وہاں، سابقہ انداز میں، وہ بغیر کسی وقفہ کے کام کرتی ہے اور حسبِ سابق محتاج رہتی ہے۔ یقیناً ایسا نہیں ہوتا کہ مرد اور عورت آپس میں اچھے رہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں، مگر یہاں تو عورت کی اُس چیز سے بھی حفاظت نہیں ہوتی جسے ''خاوند کا سبق'' کہتے ہیں۔ایسی کسان عورت اُس وقت تک مار پیٹ کو عام بات سمجھنے کی عادی ہو جاتی ہے جب تک کہ شوہر بالکل ہی وحشی نہ ہو۔اُس حالت میں بھی عورت کے شوہر کے پاس اُس بیوی کو اپنا پاسپورٹ رکھنے کی اجازت نہ دینے کا اختیار ہوتا ہے اور جہاں کہیں وہ جائے گی شوہر اسے گارڈ کے تحت واپس لاسکتا ہے۔

عورتوں کی محتاجی کی ایسی حالت کو کس طرح بیان کیا جاسکتا ہے؟ مرد مالک کی حیثیت سے کام کا حکم دیتا ہے اور عورت کا کام ہے اُن احکامات کی بجا آوری کرنا۔مرد سب کچھ کا فیصلہ کرتا ہے: کس وقت ہل چلانا ہے، کس وقت بوائی شروع کرنی ہے؟ فلاں اور فلاں کام شروع کیا جائے یا نہیں؟ مرد ہی ٹیکس ادا کرنے کے لیے پیسے وصول کرتا ہے اور اناج اور بیل بیچنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔کام کے بارے میں سارے عمدہ نکات کو دیکھنا اُسی پر منحصر ہے۔جس طرح کہ گھر مرد چلاتا ہے اسی طرح وہ ہی کمیونٹی کے معاملات پہ بحث میں حصہ لیتا ہے جو کہ زمین اور ٹیکس اور حصہ وغیرہ وغیرہ کے بارے میں اجلاسوں میں طے ہوتے ہیں۔عورت سارے سماجی معاملات سے خارج ہوتی ہے۔وہ گھر اور بچوں کے معاملات کے ساتھ بندھی ہوتی ہے۔شوہر فیملی کا سربراہ ہوتا ہے اس لیے کہ سارا گھرانہ اُس پہ قائم ہوتا ہے۔شوہر اس لیے بھی خاندان کا سربراہ ہے کہ ساری جائیداد، زمین، جھونپڑی، جانور وغیرہ اُس کے ہیں۔

عورت ''گھر لائی جاتی ہے''۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کی شخصیت اس قدر حقیر شمار ہوتی

ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسان رواج کے مطابق، عورت کو جائیداد کے بطور دیکھا جاتا ہے۔جس کی قدر صرف اس کے کام کی صلاحیت سے کی جاتی ہے۔

اُن کاٹیج انڈسٹریز میں جہاں کاروبار کاشت کاری کے لیے صرف ایک ضمنی کام ہے عورت کی پوزیشن کم تبدیل ہوتی ہے۔گوکہ وہ اپنے شوہر کی مدد کرتی ہے، مگر یہ بات اُسے زیادہ آزاد نہیں بناتی۔مگر جہاں کاشت کاری پس منظر میں پسپا ہوتی ہے اور کاٹیج دست کاریاں آمدنی کا اہم ذریعہ بن جاتی ہیں، جہاں عورت فیملی سے باہر ایک زندگی گزار کر کافی آمدن کر لیتی ہے، تب چیزیں تبدیل ہو جاتی ہیں۔عورت کی رائے فیملی میں زیادہ اہمیت اختیار کرتی ہے اور طلاق آسان تر ہو جاتی ہے۔ جہاں عورت مینوفیکچر میں کوئی رول ادا کرنے کی بدولت آزادی حاصل کرتی ہے وہاں وہ کبھی کبھار زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کر سکتی ہے، لہٰذا وہ مرد کی طرح کی شرائط پہ زمین رکھنے کا مکمل حق حاصل کر لیتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ انڈسٹری کی ان شاخوں میں جہاں عورت کی محنت دستور کے موافق ہو جاتی ہے فیکٹری میں کام کرنے والی عورت کو مرد سے ذرا سی کم اجرت ملتی ہے اور وہ اپنی روزی خود کما سکتی ہے۔شوہر کا اس کے لیے ''روٹی کمانے والا'' کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔وہ اپنی ضروریات خود مہیا کرتی ہے اور کبھی کبھی جب اس کا شوہر بے روزگار ہو جاتا ہے، تو وہ اس کی بھی کفالت کرتی ہے۔وہ شوہر سے مکمل الگ اور آزادانہ فیکٹری میں کام کرتی ہے، کسان زندگی سے برعکس اُس کی کمان میں ہوئے بغیر۔یہ سب کچھ، یعنی، ایک عورت کی آزادانہ آمدن کے ساتھ آزادانہ کام میاں بیوی کے درمیان تعلقات کو متاثر نہیں کر سکتا۔

بیوی اب شوہر کی غلام نہیں رہتی، بل کہ فیملی کی ایک مساوی ممبر بن جاتی ہے۔شوہر پر مکمل انحصار اب مساوات میں بدل جاتا ہے۔ والدین کے لیے فیکٹری کی لڑکی کو شادی میں حوالے کر دینا اتنا آسان نہیں رہتا۔وہ ایک ایسا دولہا منتخب کر سکے گی جو اُس کے لیے مناسب ہو۔ ایک فیکٹری ماحول میں شادیاں زیادہ تر باہمی رضامندی کے مطابق ہوتی ہیں بجائے میٹریل

حساب کتاب کے۔ ایسے معاملات میں جہاں میاں بیوی ساتھ نہ چل سکیں تو اب اُن کے لیے علیحدہ ہونا کسان حالات کی بہ نسبت آسان ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اب اگر وہ علیحدہ ہو جاتے ہیں تو وہ ایک گھرانے کے بزنس کو برباد نہیں کریں گے اس لیے کہ اُن میں سے ہر ایک اپنی آمدن پہ زندہ رہ سکتا ہے۔

فیکٹری ورکرز میں کسانوں کی نسبت طلاق بہت زیادہ ہوتی ہے۔ مزید برآں ان میں مردوں اور عورتوں کے بیچ آزادانہ تعلقات ایک عام سی بات ہوتی ہے۔ مرد اور عورتیں اکٹھے رات کا کام کرتے ہیں اور فیکٹری میں رہائشی حالات شادی سے باہر روابط بنانے میں آسانیاں پیدا کرتے ہیں، حتیٰ کہ بہت آسان۔ دوسری بات ہو بھی نہیں سکتی۔ فیکٹری خواب گاہوں میں مختلف کمروں میں صنفوں کی علیحدگی کا اصول نہیں ہے اور فیکٹریوں کی واضح اکثریت کے اندر مرد، عورت اور بوڑھے نوجوان سب مکس ہوتے ہیں۔ بچے اور بڑے، مرد اور عورتیں، سنگل اور شادی شدہ اسی کمرے میں سوتے ہیں۔ تو کون صحیح صحیح اندازہ کر سکتا ہے کہ کون ''قانونی'' طور پر شادی شدہ ہے یا نہیں؟ مزدوروں میں مرد اور عورت شادی سے باہر تعلقات کو وہی کامن حقوق ملتے ہیں جو ''قانونی'' شادی والوں کو حاصل ہیں۔ اس طرح کے تعلقات میں عورت اُس حالت سے زیادہ آزاد ہے اگر وہ ''خاوند کی بیوی'' ہوتی، اس لیے کہ وہ اُس مرد کی محتاج نہیں ہے جس کے ساتھ وہ رہتی ہے۔ مرد کے عورت پر کوئی ''لیگل'' حقوق نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر وہ اُسے ایک پاسپورٹ رکھنے سے منع نہیں کر سکتا، یا اپنے ساتھ زبردستی رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ دوسرے لفظوں میں ایک آزاد آمدن عورتوں کو مردوں کی قوت سے آزاد کرتی ہے۔

لیکن اگر عورت گزارے سے کم کماتی ہے، جیسا کہ عورت کی اجرت انڈسٹری کی اُن تمام برانچوں میں کم ہوتی ہے جہاں اُن کی محنت اب تک دستور کے مطابق نہیں ہوتی، اسی طرح کچھ کاروباروں میں بھی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں انھیں اپنے والدین یا خاوند کے ساتھ رہنا پڑتا

ہے اور اگر اس کے پاس یہ نہ ہوں تو اُسے اضافی آمدن کے لیے رنڈی بننا پڑتا ہے۔ ابھی حال ہی میں مئی 1899ء میں ریگا کے اندر اس بات پہ مزدوروں کی بہت بڑی شورشیں ہوئیں۔ انھوں نے یہ شورشیں اِس بات سے شروع کیں کہ پٹ سن کی مل کی عورتوں نے تن خواہوں میں اضافے کا مطالبہ کیا اور وہ فیکٹری انتظامیہ کے خلاف شکایت کرنے گروپ کی صورت میں گورنر کے دفتر روانہ ہوئیں۔

راستے میں عورتوں کو روک دیا گیا اور الیگزنڈر وف پارک میں بند کر دیا گیا۔ جب فونِکس فیکٹری اور دوسری فیکٹریوں سے مرد مزدور کام ختم کر کے نکلے تو انھوں نے عورتوں کو زبردستی آزاد کرنا شروع کر دیا۔ گورنر نے فوج طلب کر لی اور 5 سے 15 مئی تک ریگا میدانِ جنگ بنا رہا اس لیے کہ فوجیوں نے مزدوروں پر گولیاں چلائیں اور مزدور فوجیوں پر پتھر برسانے لگے۔ انھوں نے کھڑکیاں توڑ دیں اور عمارتوں کو آگ لگا دی۔ مگر مزدوروں کے بڑے غضب کو چکلوں کے خلاف کر دیا گیا اور ایک ہی رات میں گیارہ چکلے تباہ کر دیے گئے۔ مزدور چکلوں کی طرف کیوں گئے؟ چکلوں کا ہڑتال اور مزدور بے چینی سے کیا لینا دینا تھا؟ پتہ چلا کہ جب مزدوروں نے اعلان کیا کہ اُن کی بیویوں کے لیے اُن اجرتوں سے گزارہ کرنا ناممکن ہے جو انھیں ملتی تھیں تو حکام نے طنز کے ساتھ انھیں بتا دیا کہ انھیں اضافی آمدن چکلوں سے مل سکے گی۔ اس طرح کھلے عام جتلایا گیا کہ ایک عورت اپنی گزر بسر کے لیے اپنی دکھ بھری تنخواہ میں صرف اُسی صورت میں اضافہ کر سکتی ہے! تو ایک غربت زدہ عورت کو اپنے آپ کو بیچنے کا مجرم کیسے قرار دیا جائے؟ بھکاری گیری، بھوک اور کبھی کبھی ایک بھوکی موت کی ایک اضافی آمدن کے لیے واحد موجود راستہ چننے پر کیسے مجرم قرار دیا جائے؟ یہ بات ذہن میں رہے کہ ایک رنڈی بننے میں کسی طرح کی مسرت نہیں ملتی۔ سننے کی چیز ہوتی ہے کہ کس طرح ایک کھاتا پیتا بورژوا اور اس کی بیوی فیکٹری عورتوں اور لڑکیوں کے بارے میں اس قدر توہین سے بات کرتے ہیں۔ اور یہ عورتیں جنھوں نے کبھی غربت نہیں دیکھی کس

منافقانہ حقارت سے لفظ ''رنڈی'' بولتی ہیں۔ بورژوا پروفیسر بے شرمی کے ساتھ یہ زور دینے کے لیے پریس جاتے ہیں کہ رنڈیاں غلام نہیں ہوتیں بلکہ وہ لوگ ہوتی ہیں جنھوں نے خود یہ راستہ اختیار کیا ہے! یہ وہی منافقت ہے جو اصرار کرتی ہے کہ مزدور کو ایسی کسی فیکٹری کو چلے جانے سے کوئی نہیں روکتا جہاں سانس لینا ناممکن ہو، گرد کی وجہ سے، زہریلے بخارات کی وجہ سے، گرمی وغیرہ کی وجہ سے۔ وہ وہاں رضا کارانہ طور پر دن میں 16 سے 18 گھنٹے تک کام کرتے رہتے ہیں۔

لیکن اگر ایک عورت کو اپنے کام کے لیے مشقت بھرے سکّے ملیں، اور پھر بھی خود کو بیچنے پر مجبور نہیں ہوتی، اور ابھی تک خاوند یا والدین اس کی مدد کرتے ہوں تو اُس کے پاس ایک ایسی عورت والی آزادی نہیں ہوتی جسے کسی اور کی مدد کی ضرورت نہ ہو۔ اُسے پھر بھی خود کو اُن کے سامنے ماتحت رکھنا ہوتا ہے جو اسے قبضے میں رکھتے ہیں، اس لیے کہ وہ اُن کی مدد کے بغیر اس قابل نہیں ہوتی۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ آزاد آمدنی ایک مزدور عورت کو ایک عورت کے بطور آزاد کرتی ہے اور اُسے ایک مرد کے برابر بناتی ہے۔ وہ صرف اُس وقت آزاد ہو سکتی ہے جب وہ ایک بڑے پیمانے کی صنعت سے منسلک ہوتی ہے۔ البتہ یہ ضرور نوٹ کرنا چاہیے کہ ابھی تک بہت کم عورتیں ہیں جو فیکٹری یا مل میں اجرت پہ کام کرتی ہیں۔ جیسے کہ ہم نے دیکھا کہ 1890ء میں ایسی عورتیں محض چوتھائی ملین تھیں۔ آج وہ تعداد یقیناً زیادہ ہے مگر اس کے باوجود نصف ملین سے زیادہ نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ صنعت کی کئی شاخوں میں عورت مزدور کو اس قدر کم اجرت دی جاتی ہے کہ وہ عورت صرف اُس پیسہ پر زندہ نہیں رہ سکتی۔ نیز، حتیٰ کہ جہاں عورت کو وقتی طور پر مقابلتاً اچھی اجرت ملتی ہے، تو اسے (نئی نئی) مشینری کے نتیجے کے لیے تیار رہنا ہوگا یا خود کو گلی پر ڈالنے کے لیے۔ پھر کیا؟ یا تو اُسے پھر اپنے خاوند یا عزیزوں پر بوجھ بننا ہوگا، پھر محتاج ہونا ہوگا، یا رنڈی بننا ہوگا۔

صرف موجودہ نظام کو ایک سوشلسٹ نظام سے بدلنے کی جدوجہد میں مصروف مزدوروں کی مکمل فتح ہی عورتوں کو مکمل آزادی دلا سکتی ہے۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ سوشلزم میں، ایک سوشلسٹ نظام میں، سارے صحت مند اور بالغ لوگ کام کریں گے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو نکال کر باقی ساری عورتیں کام کریں گی۔ مگر اس کے بدلے میں سب اُس پیداوار کے فوائد کے حصہ دار ہوں گے؛ سب کو زندگی گزارنے کے ذرائع کی ضمانت ہوگی اور اس کا مطلب ہے کہ اس کا اطلاق عورتوں پر بھی ہوگا۔ آج عورتوں کی مردوں پہ محتاجی ہے۔ وہ عورتیں قبضے میں رکھتے ہیں، خواہ بیوی کے بطور، محبوبہ کے بہ طور، یا بیٹی کی صورت۔ جب وہ محتاجی ختم ہوگی تو عورتیں مردوں سے آزاد ہوں گی۔ لہٰذا، ہم دیکھتے ہیں کہ ایک عورت کو مزدوروں کے کاز کی کامیابی میں دوگنی دلچسپی ہے...... مزدور کی حیثیت سے بھی اور عورت کے بطور بھی۔ یہ فقرہ ''دنیا کے مزدورو، ایک ہو جاؤ!'' عورت کے دل کو لگتا ہے۔

وہ ایک سوشلسٹ نظام، ایک بہتر مستقبل کے لیے لڑنے والوں کی صفوں میں ہی شامل ہو جاتی ہے۔

3۔ عورتیں، اور بچوں کی پرورش

عورت کے لیے فیملی لائف کا مطلب لامتناہی طور پر بچوں کی پرورش میں بندھ جانا ہوتا ہے۔ بچوں کی تعلیم کا تو کوئی چانس نہیں صرف انھیں کھلانے کے قابل ہونا ہے۔

ایک بچے کی پیدائش کے ساتھ کسان عورت اضافی کاموں کا سامنا کرتی ہے۔ یہ ہرصورت یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک انسان کام کے لیے باہر بھی جائے اور بہ یک وقت بچوں کی دیکھ بھال بھی کرے۔ کام کسی کا انتظار نہیں کرتا اور کسان عورت کام کرنے باہر جاتی ہے تو بچوں کو گھر چھوڑ جاتی ہے۔ کوئی نحیف بوڑھی عورت، یا دوسرے بچوں سے عمر میں بڑا بچہ اُن کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ جو شخص گاؤں میں رہ چکا ہے وہ جانتا ہے کہ اُن کی دیکھ بھال کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ دودھ چھڑانے سے پہلے ایک بچے کو ہر طرح کے سبزے اور چبائی ہوئی کالی روٹی کے ساتھ کی خوراک دی جاتی ہے، پھر ایک بھیڑ کی کھال میں لپیٹ کر، ایک کھٹولے میں پٹخ دیا جاتا ہے۔ جب تک کہ وہ بے ہوش ہوجائے، اسے ایک گھٹن دار جھونپڑی میں رکھا جاتا ہے اور رات کو تقریباً تقریباً ننگا باہر نکالا جاتا ہے۔ ماں اسے درمیان میں خوراک دیتی رہتی ہے۔ ہمیشہ سنائی دیتا ہے کہ ایک 6 سے 8 سالہ نرس نے ایک بچے کو گرادیا یا پٹخ دیا، یا اسے جلا ڈالا، یا اُس کے ساتھ کچھ اور کردیا......لیکن حتیٰ

کہ اگر ماں خود بچے کی دیکھ بھال کر رہی ہے تب بھی چیزیں زیادہ مختلف نہیں ہوتیں۔ اس کو بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ ایک انسانی آرگنزم کی تعمیر کس طرح کی جائے، ایک بچہ کس طرح بڑھوتری کرتا ہے؟ اُسے مضبوط، تناور اور صحت مند طور پر بڑھوتری کرنے کے لیے کیا کیا ضرورت ہوتی ہے؟ کسان عورت کی راہنمائی عموماً روایت اور توہمات کرتی ہیں۔ مگر اگر اسے معلوم بھی ہو کہ ایک بچے کی پرورش کس طرح کرنی ہے؟ تو دنیا میں بہترین ارادے کے ساتھ وہ، وہ کچھ نہیں کرسکتی جس کی کہ ضرورت ہوتی ہے۔ ایک بچے کو صفائی، گرمی اور تازہ ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر ایک جھونپڑی میں دس دس لوگ رہتے ہیں، جسے گرم نہیں رکھا جاتا اور بھیڑ کی کھالیں، گائے کے بچھڑے اور دیگر سارا کچھ وہیں ہوتا ہے۔ چاروناچار وہ اسے برے جاب کے بہ طور ترک کردیتی ہے۔ جب بچہ بیمار ہوتا ہے تو ماں کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا کیا جائے اور عموماً کوئی ایسی جگہ ہوتی ہی نہیں جہاں وہ علاج کے لیے جاسکے۔ سب سے بدترین بات یہ ہے کہ جس وقت بیماری پھیلنے والی ہو، جس طرح کہ چیچک، سکارلیٹ بخار وغیرہ، جب بچے کو آئیسولیٹ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ کیسے کیا جاسکتا ہے جہاں سارا خاندان جھونپڑی میں رہتا ہو؟ اس طرح بچے ایک دوسرے کو انفیکشن پھیلاتے رہتے ہیں اور مدد کی کمی کی وجہ سے مرجاتے ہیں۔ یہ حیرانی کی بات نہیں کہ گاؤں میں آدھے بچے پانچ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے مرجاتے ہیں۔ صرف سب سے زیادہ مضبوط زندہ رہتا ہے۔

آیئے اب ہم کسان بچوں کے سکولی تعلیم کے معاملات کی بات کریں۔ عموماً تو گاؤں میں سکول ہوتا ہی نہیں اور لکھنا پڑھنا سیکھ جانا ایک چانس کی بات ہوتی ہے۔ لیکن اگر کہیں گاؤں کا سکول ہو بھی تو کسان اپنے بچوں کو اس میں ڈالنے کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتا۔ بچوں کی گھر میں ضرورت ہوتی ہے تاکہ چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کریں، دکان کو سنبھالیں اور ہر طرح کے گھریلو معاملات میں مدد کریں۔ کبھی تو سکول جانے کے کپڑے بھی نہیں ہوتے، بالخصوص اگر یہ

پڑوس کے گاؤں میں ہو۔ جو بچے سکول نہیں جاتے وہ عموماً صرف پڑھنا لکھنا اور حساب رکھنا سیکھ جاتے ہیں اور وہ بھی بدترین سطح پہ۔ روس میں ہمارے سکول بہت برے ہوتے ہیں اور اساتذہ کو بنیادی باتوں کے علاوہ کچھ اور سکھانے کی ممانعت ہے۔ حکومت لوگوں کو جاہل رکھ کر فائدہ اٹھاتی ہے، اس لیے سکولوں میں یہ بیان کرنا یا ایسی کتابیں دینا منع ہے کہ کس طرح دوسری قوموں نے آزادی حاصل کی اور اُن کے قوانین اور نظام کس طرح کے ہیں۔ یہ وضاحت منع ہے کہ کیوں کچھ لوگ فلاں فلاں قوانین رکھتے ہیں جبکہ دوسروں کے الگ قوانین ہیں، کیوں کچھ لوگ غریب ہیں اور دوسرے امیر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں سکولوں کو سچ بتانے کی اجازت نہیں ہے اور ٹیچرز کو بچوں کو صرف بھگوان اور بادشاہ کے وقار کے بارے میں پڑھانا چاہیے۔ انچارج لوگ یہ دیکھنے میں بہت احتیاط کرتے ہیں کہ استاد سے کوئی سچائیاں پھسل کر باہر نہ نکلیں۔ وہ اُن لوگوں میں سے استاد سلیکٹ کرتے ہیں جنھیں کسی چیز کی سمجھ نہ ہو۔ اس طرح جب بچہ سکول چھوڑتا ہے تو وہ اُتنا ہی کم جانتا ہے جتنا کم وہ سکول جاتے وقت جانتا تھا۔ خود ماں بھی عموماً اُسے کچھ زیادہ نہیں پڑھا سکتی، اس لیے کہ وہ خود بھی کچھ نہیں جانتی۔ لیو ٹالسٹائی ''تاریکی کی قوت'' میں ایک سپاہی کی زبانی روسی کسان کی جہالت کے بارے میں کہتا ہے: ''تو تم عورتیں کیا جانتی ہو؟ تم تو بس کتے کے اندھے بچوں کی طرح اپنی ناکیں گوبر میں گھونپی ہوئی ہو۔ ایک مرد کم از کم فوج میں ایک ڈینگ مارتا ہے، کھاد سے بھری ایک ٹرین پر بیٹھتا ہے اور شہر کو جاتا ہے، مگر تم لوگوں نے کبھی کچھ دیکھا؟ اپنے گندے زنانہ فریبوں کے علاوہ تم لوگ کچھ نہیں جانتیں''۔ وہ زیادہ سے زیادہ جس چیز کی امید کر سکتی ہے وہ اپنے بیٹے کو روزے رکھنا سکھا سکتی ہے اور چرچ کی عبادات سکھا سکتی ہے، بھگوان اور اپنے بزرگوں سے ڈرنا، امیروں کی عزت کرنا اور بچے کو عاجزی اور صبر سکھانا......لہٰذا یہ نہیں لگتا کہ اس کے بچے مسرور تر بن جائیں اور آزاد تر بن جائیں یا بہتر بن جائیں۔ اِن باتوں کے سمجھنے کے لیے: ''سب ایک کے لیے اور ایک سب کے لیے''۔ اور شک ہے کہ اگر وہ انصاف جیتنے اور انصاف کی خاطر سٹینڈ

لینے میں بہتر نکلے۔

جو کچھ ہم نے کسان عورت کے بارے میں بہ طور ایجوکیٹر کہا اُس کا اطلاق بطور ماں اُس عورت پر بھی ہوتا ہے جو کہ ایک کاٹیج انڈسٹری میں کام کرتی ہے۔ وہ کسان عورت اتنا ہی کم جانتی ہے جس پر کہ کام حاوی ہے اور اپنے بچوں کو ایجوکیٹ کرنے میں اتنی ہی لاچار ہے۔ یہ پانچ سے آٹھ برس کی عمروں میں کاٹیج انڈسٹری میں گھسیٹ کر لائے جاتے ہیں جب انھیں کچھ سادہ سے کام کرنے دیے جاتے ہیں۔ مگر وہ بالغوں کی طرح کام کرتے ہیں اور عموماً ان ہی طویل اور لمبے گھنٹوں تک۔ اس طرح کا کام بچے کی بڑھوتری کے لیے تباہ کن ہوتا ہے، صحت کو متاثر کرتا ہے اور بچے کی دماغی صلاحیتوں کو کُند کر دیتا ہے۔ ذرا سی بھی چہل قدمی سے محروم، ایک گھٹن والی کاٹیج میں بغیر صاف ہوا کے بچہ بیمار بیمار بڑا ہوتا ہے۔ صبح سے رات تک یکساں کام اس کی دانش کو فاقہ زدہ بنا لیتا ہے، اسے ترقی نہیں دیتا اور وہ احمق اور کاہل ہو جاتا ہے۔ کسی طرح کی کوئی سکولنگ نہیں ہوتی۔ کاٹیج مزدور کم و بیش اسی وقت کھا سکتا ہے جب سارا خاندان، بوڑھے اور بچے بغیر کسی وقفے کے کام کریں۔ ایسی حالت میں سکولنگ کیا ہوگی؟

فیکٹری عورت اپنی ضعیف صحت سے پہنچانی جاتی ہے۔ فیکٹری کام کے مضر حالات سے عورت کی بڑھوتری زیادہ نقصان اٹھاتی ہے۔ اور ایک کم زور اور بیمار عورت کم زور بچے پیدا کرتی ہے۔ ایک ریسرچ سے پتہ چلا ہے کہ ''جب ماچس ساز فیکٹریوں میں کام کرنے والی عورت شادی کرتی ہے اور عورتیں اور بچے اُن میں ورک فورس کا زیادہ حصہ تشکیل کرتے ہیں تو وہ خود اپنی طرح کے بیمار اور نیم زندہ نسل کے لیے ایک افزائش گاہ بن جاتی ہے۔ صورت حال کئی ایسی بیماریوں سے مزید ابتر ہو جاتی ہے جو قبل از وقت قبر کی طرف لے جاتی ہیں''۔ ہمارے فیکٹری قوانین میں ایسے کوئی قوانین موجود نہیں ہیں جو حاملہ عورتوں کے لیے کام کو محدود یا آسان رکھتے ہوں۔ صرف اُن قوانین میں جو فیکٹری کے مزدوروں پر جرمانوں سے جمع شدہ رقوم سے بچوں کی

سپردگی اور تقسیم کو کنٹرول کرتے ہیں کہ یہ پیسہ دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ حمل کے آخری مرحلہ میں اور بچہ کی پیدائش سے پندرہ دن قبل عورت مزدوروں کو الاؤنس دینے کے لیے بھی ''استعمال ہو سکتا ہے''۔ یعنی یہ کہ یہ ہنگامی فنڈ مکمل طور پر فیکٹری مالک کے ''ہاں'' یا ''نہ'' کے سپرد کیا گیا ہے۔ درحقیقت اس طرح کی ادائیگیاں کہیں بھی نہیں ہوتیں۔ بغیر مدد کے اور کام چھوٹ جانے کے خوف سے، مزدور عورت بچہ جننے کے وقت تک کام کرتی رہتی ہے۔ وہ مکمل تندرست ہونے سے پہلے ہی کام پر واپس آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فیکٹری عورتوں کے اتنے زیادہ حمل گر جاتے ہیں اور وہ قبل از وقت بچہ پیدا کرتی ہیں اور عورتوں کے دیگر سارے امراض کی اقسام میں مبتلا ہوتی ہیں۔

عورت مزدور کے لیے بچوں کے ساتھ زندگی بہت مشکل ہوتی ہے۔ فیکٹری سے تھکی ہاری گھر آ کر اُسے برتن اور کپڑے دھونے پڑتے ہیں، سلائی کرنی پڑتی ہے، صفائی کرنی پڑتی ہے، بچے کو کھلانا نہلانا ہوتا ہے۔ کبھی کبھار ماں بہت خوش ہوتی ہے اگر اس کی کوئی پڑوسن ہو جو کہ اُسے بچے کو ایک ڈرنک سے فیڈ کرنے کا آئیڈیا دیتی ہے جو کہ خشخاش (پوست) سے بنی ہوتی ہے، بچہ آرام سے سو جاتا ہے اور ماں خوش ہو جاتی ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ اُس ڈرنک سے وہ اپنے بچے کو زہر دے رہی ہوتی ہے، اس لیے کہ خشخاش میں بہت سارا افیون ہوتا ہے اور افیون ایک خوف ناک زہر ہوتا ہے، یہ بعد میں بچے کو مکمل احمق بنا ڈالتا ہے۔ جب فیکٹری مزدور عورت دن کے وقت کام کو جاتی ہے تو بچوں کو ایک بوڑھی پڑوسن کے حوالے کرتی ہے اور جب وہ ذرا سے بڑے ہو جاتے ہیں تو انھیں بغیر کسی نگران کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بچے عملی طور پر آؤٹ ڈور میں بڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ بہت بچپن سے مناسب طور پر نہیں کھاتے، انھیں سردی لگ جاتی ہے، وہ چیتھڑوں اور میل کچیل میں پھرتے رہتے ہیں اور شرابیوں، بدکاریوں، لڑائی جھگڑوں اور کئی اس طرح کی چیزوں کو دیکھ دیکھ کر بڑے ہو جاتے ہیں۔ پری سکول بچے اس طرح بڑے ہوتے ہیں۔ قصبے میں سکول موجود ہوتے ہیں مگر مضافات اور قصبہ کے سکول عموماً اتنے پُر ہجوم ہوتے ہیں کہ اُن میں داخلہ لینا مشکل ہو جاتا ہے۔

فیکٹریوں اور ملوں کے عمومی طور پر اپنے سکول نہیں ہوتے۔ قانون فیکٹری مالکان کو مزدوروں کے بچوں کے لیے سکول قائم کرنے کی ''اجازت'' دیتا ہے مگر انھیں ایسا کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ اس لیے سارے مزدوروں کے بچے سکول نہیں جاتے۔ جب بچے اُس عمر تک پہنچ جاتے ہیں جس میں وہ فیکٹری جا سکیں (ہمارے قوانین کے مطابق 12 سال کا بچہ) تو وہ اپنے آپ کے لیے گزر بسر کمانے لگتے ہیں اور جلد ہی مکمل آزاد ہو جاتے ہیں۔ عموماً فیکٹری عورت مزدور کو اپنے بچوں کے بارے میں بہت سارا غم ہوتا ہے، بہت ساری پریشانیاں ہوتی ہیں مگر وہ کبھی کبھار انھیں دیکھ پاتی ہے اور بچے اُس کے لیے نیم اجنبی بن کر بڑے ہو جاتے ہیں۔

اگر ہم اس بات کا حساب کر لیں کہ فیکٹری مزدور عورت بچوں کے ساتھ کتنی تکلیف میں ہوتی ہے۔ خصوصاً اگر بچہ ناجائز ہو اور اس کو پالنا پوسنا مکمل طور پر اُس کی ماں پہ ہو تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ عورت، بچے کو لاوارث بچوں کے ایک ہسپتال کو دینے پر کیوں مجبور ہوتی ہے یا ایک ایسی عورت کو جو بچوں کی دیکھ بھال میں ماہر ہو۔ کبھی کبھی اخبار میں خبریں آتی ہیں کہ فلاں بڑے صنعتی شہر میں ایک ''فرشتوں کا کام'' دریافت ہوا ہے۔ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں ایک عورت شیر خوار بچوں کی پرورش کرنے کے بدلے پیسے لے کر اپنا گزر بسر کر لیتی ہے اور پھر، بھوک کے ہاتھوں، انھیں افیون کھلا کر، یا دوسرے طریقوں سے انہیں جتنی جلد ممکن ہو اگلے جہان بھیج دیتی ہے۔ انھیں ''فرشتوں'' میں بدل دیتی ہے۔ ایک عدالتی سماعت کے بعد ''فرشتے'' بنانے والوں کو قید بامشقت دی جاتی ہے۔ مگر پھر، کسی اور جگہ اسی طرح کے حالات ایک اور ''فرشتوں کا کام'' کو پیدا کرتے ہیں؛ ایک عورت فیکٹری مزدور ایک بچے کو خوراک دینا ناممکن پاتی ہے۔

یہی تقدیر گھر میں ساتھ رہنے والی ایک گھریلو ملازمہ کے بچے کی بھی منتظر ہوتی ہے۔ ایک نوکر کو فیملی نہیں رکھنا ہوتی ہے۔ ہر جگہ عورت نوکرانی کی ملازمت کی ایک شرط ہوتی ہے کہ اُن کے مرد ملاقاتی نہ ہوں۔ ایک شادی شدہ عورت کو ملازمت میں بددلی سے رکھا جاتا ہے اگر اس کا

خاونداس کی ملاقات کوآتا رہے۔اولاد کے ساتھ والی عورت کونوکرانی کبھی نہیں رکھا جاتا۔اس لیے گویا عہدہ سنبھالتے ہی نوکرانی نے اپنے پورے مستقبل پر ایک معاہدہ کرلیا۔اس کی یہ صورت حال فیکٹری مزدورعورت سے بھی بدتر ہے اس لیے کہ فیکٹری مزدورعورت ایک مقررہ گھنٹوں کے لیے کام کرتی ہے اوراُن گھنٹوں کے بعد وہ اپنی مالک خود ہوتی ہے۔ایک گھر میں ساتھ رہنے والی نوکرانی کبھی بھی خودکوفارغ نہیں کرسکتی، اس لیے کہ اس کا سارا وقت اس کے مالک کا ہوتا ہے۔وہ عموماً اُسے اپنے بچوں کے ساتھ گزارنے کوکوئی وقت نہیں دیتے، لہٰذا پسند ہو یا نہیں، اُسے اپنے بچے لاوارث بچوں کے ایک ہسپتال میں جمع کرنے پڑتے ہیں۔

چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثریت معاملات میں عورت مزدور خودکوایک ایسی صورت حال میں دیکھتی ہے جہاں اس کے لیے اپنے بچے کی مناسب طور پر پرورش کرنا بالکل ناممکن ہوتا ہے۔وہ اپنے بچے کی پرورش کرنے کے رول کے لیے مکمل طور پر ''تیارنہیں'' ہوتی ہے۔اس لیے کہ وہ نہیں جانتی کہ ایک بچے کے لیے کیا اچھا ہوتا ہے اور کیا برا۔اور وہ بچے کوتعلیم دلانا نہیں جانتی۔''سیکھے بغیر آپ ایک جوتا بھی مرمت نہیں کرسکتے'' جیسے کہ جرمن سوشلسٹ زیٹکن نے جرمنی میں عورتوں کی تحریک نامی مشہور بروشر میں لکھا۔کیا کوئی اس بات پہ واقعی یقین رکھ سکتا ہے کہ ایک انسان کی پرورش کے لیے کسی مناسب تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی؟ لیکن اگر مزدورعورت اپنی موجودہ حالت میں ایک ایجوکیٹر کے رول کے لیے تربیت یافتہ ہوتی تب بھی یہ مکمل طور پر وقت کا ضیاع ہوتا۔اُس کے پاس نہ کافی وقت ہوتا ہے، نہ مالی وسائل کہ جس سے اپنے بچے کوایجوکیٹ کرے۔وہ صرف ایک بات کے بارے میں سوچ سکتی ہے،وہ یہ کہ یہ دیکھے کہ اس کے بچے کی خوراک، پوشاک اچھی ہو۔مگر اکثر وہ اس پوزیشن میں نہیں ہوتی ہے کہ یہ گارنٹی کرے کہ اس کے بچوں کے معدے بھرے ہوئے ہیں۔وہ انھیں مقدر کے رحم وکرم پر چھوڑنے پہ مجبور ہوتی ہے۔ یہی صورت حال ہے موجودہ سماجی نظام کے اندر ہے۔

ایک سوشلسٹ نظام میں بچوں کی پرورش اورتعلیم کیسی ہوگی؟

ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ سوشلسٹ، بچوں کی سماجی پرورش پر وقف ہیں۔غصے سے بھری ہوئی بورژوازی چلا اٹھتی ہے:''خوف ناک سوشلسٹ، خاندان کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور بچوں کو اپنے والدین سے چھیننا چاہتے ہیں!'' یہ بات یقیناً بکواس اور لغو ہے، اس لیے کہ ایسی بات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔کسی کے بھی اور کہیں پہ بھی، دماغ میں یہ بات نہیں کہ بچوں کو ان کے والدین سے چھینا جائے۔جب کوئی بچوں کی سماجی پرورش کی بات کرتا ہے تو اس کا مطلب پہلے پہل تو یہ ہوتا ہے کہ اُن کی کفالت کی پریشانی والدین سے ہٹائی جاتی ہے اور یہ کہ سماج بچے کو نہ صرف زندہ رہنے کے ذرائع مہیا کرتا ہے۔بل کہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ بچے کے پاس ہر طرح کی بڑھوتری کے لیے ضروری ہر چیز موجود ہو۔بچوں کی پرورش کا سب سے مشکل وقت اس سے پہلے کا ہوتا ہے جب وہ سکول جانے کی عمر پہ ہوتے ہیں۔مغربی یورپی ملکوں میں پہلے ہی ''کنڈرگارٹن'' نامی ادارے موجود ہیں۔جب ایک ماں کام کے لیے روانہ ہوتی ہے تو وہ اپنے چھوٹے بچے ساتھ لیتی ہے اور انھیں کام کے ختم ہوجانے تک کنڈرگارٹن میں چھوڑ جاتی ہے۔وہ کام کے دوران مطمئن رہتی ہے اس لیے کہ وہ جانتی ہے کہ اس کے گھٹنوں کے بل چلنے والے بچے پہ کوئی بدقسمتی نہیں آسکتی اس لیے کہ وہ بے شمار اساتذہ اور اُن کی محبت بھری خیال داری کے تحت ہوتے ہیں۔ قہقہے اور بچوں کی آوازیں کنڈرگارٹن ہاؤس اور گارڈن کی موجودگی کا اعلان کرتی ہیں۔پہلی نظر میں یہ نظر آتا ہے کہ وہاں کوئی نظم ونسق نہیں مگر یہ تو سرسری تاثر ہوتا ہے۔اُن کی سرگرمیوں کے لیے مخصوص پروگرام ہوتے ہیں۔انھیں گروپوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر گروپ اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے۔وہ زمین کھودتے ہیں، پودوں کی قطاروں کو پانی دیتے ہیں اور بے کار پودے اکھاڑ دیتے ہیں، باورچی خانے میں سبزیاں صاف کرتے ہیں، برتن دھوتے ہیں، لکڑی کو تراش کر ہموار کرتے ہیں، چیزوں کو آپس میں سریش (گلو) سے جوڑتے ہیں، سلائی کرتے ہیں، ڈرائنگ

کرتے ہیں، گاتے ہیں، پڑھتے ہیں اور کھیلتے ہیں۔ ہر کھیل کچھ نہ کچھ سکھاتا ہے اور سب سے بڑی چیز یہ ہوتی ہے کہ بچے کو صاف ستھرا ہونے کی تربیت ہو، محنت کرنے کی عادت ہو، اپنے دوستوں کے ساتھ نہ لڑنے جھگڑنے کی تربیت ہو، اور آنسوؤں اور زوراز وری کے بغیر دوسروں کو جگہ دینے کی تربیت ہو۔ اساتذہ جانتے ہیں کہ تین یا چار سال کے بچے کو کس طرح مصروف رکھا جائے، وقت پر کھلایا اور وقت پر سلایا جائے۔ وہ فرش پر چوڑے گدے بچھاتے ہیں اور بچے ایک دوسرے کے ساتھ ایک مشترک کمبل اوڑھے لیٹ جاتے ہیں۔ کنڈرگارٹن میں وقت گزارنا کتنا مختلف ہوتا ہے ایک کونے سے دوسرے کونے تک بے فائدہ آوارہ گردی کرنے سے، چھوٹے بچوں کی تقدیر ہوتی ہیں جن کے پاس مصروف رکھنے والا کوئی نہیں ہوتا! ''مداخلت مت کرو! اس طرف مت جاؤ! ہٹ جاؤ!'' یہی وہ الفاظ ہیں جو گھر میں بچوں کو ہر وقت بتائے جاتے ہیں۔ البتہ، یہ کہنا لازمی ہے کہ خود مغربی یورپ میں بھی ابھی تک بہت کم اچھے کنڈرگارٹن ہیں۔ ہم نے ایک کنڈرگارٹن کی تفصیل صرف اس لیے دی ہے کہ یہ بتائیں کہ بچوں کو ایجوکیٹ کرنا بہت کم عمری سے شروع کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہ ایک سماجی کنڈرگارٹن میں بچے اپنے لیے بہت فائدہ کے ساتھ وقت گزار سکتے ہیں اور گھر کی بہ نسبت زیادہ مسرت سے وقت گزار سکتے ہیں۔ اگر آج بھی اچھے کنڈرگارٹن ہوں تو وہ سوشلسٹ معاشرے میں اور زیادہ اچھے ہوں گے چوں کہ سماج کے تمام ممبروں سے آئے ہوئے بچوں کی پرورش ایسے کنڈرگارٹنوں میں ہوگی۔ تو یہ دیکھنا سب کے مفاد میں ہوگا کہ اُن کی جتنی ممکن ہو بہترین انتظام کاری ہو۔ بچے پھر کنڈرگارٹن سے سکول جائیں گے۔ ایک سوشلسٹ معاشرے میں سکول بلاشبہ ایسے نہ ہوں گے جو آج کل ہیں۔ مستقبل کے سکولوں میں شاگرد بہت زیادہ علم حاصل کریں گے اور پیداواری محنت سے بھی آشنا ہوں گے۔ اہم ترین فیچر یہ ہے کہ سکول صرف پڑھائیں گے نہیں بل کہ اُن کی روحانی اور جسمانی صلاحیتیں بڑھائیں گے، تاکہ مفید اور توانا شہریوں کے بہ طور ان کی پرورش ہو۔

بورژوا جسے بچوں کو کھلانے اور پرورش کرنے کی کوئی پریشانی نہیں ہوتی، جو اپنے بچوں کو کئی روشن کمرے دے سکتا ہے، انھیں آرام کے سارے ذریعے مہیا کرتا ہے، دیکھ بھال کرنے کی ہر طرح کی نرسیں، نوکرانیاں، گورنسیں، مرد ملازم بھرتی کرسکتا ہے۔ عورت مزدور سماجی تعلیم کے سارے فوائد کو پہچاننے میں ناکام نہیں ہوتی۔ مادارانہ احساسات اُسے بچوں کی سماجی تعلیم، ایک سوشلسٹ نظام اور مزدور کاز کی فتح مندی کی خواہش پر لگا دیتے ہیں۔

4۔ اختتامیہ

ہم نے مشاہدہ کیا کہ عورت مزدور کے لیے فیکٹری کا کام خواہ کتنا بھاری کیوں نہ ہو اُس کا روشن پہلو موجود ہے: ایک آزاد اجرت عورت کو ایک مرد کی بالادستی سے آزاد کرتی ہے۔ اس لیے کہ وہ اُس آزاد اجرت کی وجہ سے بہت زیادہ خود انحصار ہو جاتی ہے۔ فیکٹری کی مزدوری کا ایک اور روشن پہلو یہ ہے کہ یہ عورت کے طبقاتی شعور کو جگاتی ہے۔

آیئے ہم اپنی اس بات کی تشریح کریں۔

جس وقت ایک عورت فیکٹری میں داخل ہوتی ہے تو وہ دیکھتی ہے کہ اُس پر دباؤ ہے کہ اُس کی تن خواہ کم کر کے، جرمانے کر کے، اور اُسے دھوکہ دینے کے ذریعے ممکنہ معمولی ترین معاوضہ کے لیے جس قدر زیادہ کام وہ کر سکتی ہے کرے۔ اوورسیر، منیجر اور دوسرے حکام سارا وقت اس پر چیختے چلاتے ہیں۔ روزانہ کے مناقشے عورت مزدور کو اس بات کا شعور دیتے ہیں کہ اُس کے مفادات اور فیکٹری مالک کے مفادات مکمل طور پر متضاد ہیں۔ مالک کی دلچسپی ہوتی ہے کہ وہ ممکنہ حد تک کم ترین اجرت پر اُس سے کام کرائے۔ اس کے علاوہ، فیکٹری میں یہ ہوتا ہے کہ عورت مزدور مالکوں کے طبقے کے سامنے سامنے آتی ہے اور غیر ارادی طور پر اپنے حالات کا مالک کے

حالات سے مقابلہ کرتی ہے۔ مالک ہر چیز اپنے قبضے میں رکھتا ہے جبکہ مزدور عورت کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

مالک عیاشی میں رہتا ہے جب کہ مزدور عورت نیم فاقے میں۔ وہ سارے مزدوروں کو احکامات دیتا ہے، انھیں گالیاں دیتا ہے اور برطرف کر دیتا ہے۔ اُن کی تقدیریں اس کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ جب کہ وہ اس خدشے میں زندہ رہتی ہے کہ کسی بھی لمحے اُسے گلی میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ اِس معاملے میں اپنی مکمل بے بسی سے واقف ہے کہ وہ مالک کے خلاف بے دفاع ہے۔ اوورسیر یا کلرک کے ساتھ معمولی ٹکراؤ ایک محکوم انسان ہونے کی تلخی لاتا ہے جو کہ اُس کا غیض و غضب بناتی ہے۔ اور وہ اس احساس میں اکیلی نہیں ہوتی۔ اُس کے ساتھ دوسری سیکڑوں عورت اور مرد مزدور ہیں جو اُسی حالت میں ہیں جس میں کہ وہ ہے۔ ہر وہ چیز جو اُسے متاثر کرتی ہے، انھیں بھی کرتی ہے۔ جو چیز اُسے غصہ دلاتی ہے، انھیں بھی دلاتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ اپنے کسی بھی مزدور ساتھی پہ کسی بھی جارحیت یا ناانصافی پہ لاپرواہ نہیں رہ سکتی۔

یہ سب کچھ اسے بہت پریشان کرتا ہے اور یہ سب کچھ اس پہ واضح ہے۔ آہستہ آہستہ وہ سمجھنے لگتی ہے کہ اس کے ساتھ کے عورت اور مرد مزدور نہ صرف ساتھی مزدور ہیں بل کہ روح کے اندر کے ساتھی ہیں۔ اور یہ کہ وہ ان کے ساتھ مشترک مفادات اور مشترک احساسات رکھتی ہے۔ وہ سب اس کے کامریڈ ہیں اس لیے کہ وہ مزدور ہیں۔ ''سب ایک کے لیے اور ایک سب کے لیے'' کا جملہ عورت مزدور کے لیے مزید واضح ہوتا جاتا ہے۔ جب انتظامیہ کے ساتھ ٹکراؤ ہوتا ہے تو وہ دیکھتی ہے کہ اس کے کامریڈ ہر وقت اس کی پشت پناہی پر تیار ہیں اور وہ اُن کی مدد کر رہی ہوتی ہے۔ یہی مناقشے اُسے بتاتے ہیں کہ جب وہ تنہا ہوتی ہے تو کم زور ہوتی ہے، مگر اس کا کم زور ہونا اُس وقت ختم ہو جاتا ہے جب وہ اپنے کامریڈوں کے ساتھ اقدام کرتی ہے۔ وہ روز بہ روز احساس کرتی جاتی ہے کہ ''اتفاق میں طاقت ہے''۔

پولیس اور اتھارٹی کی ہر قسم کے ساتھ ٹکراؤ، مزدوروں کی جلاوطنی اور سزائیں، اُن کے معاملات پر بات کرنے پہ پابندیاں، یونینوں کا قیام یہ واضح کرتے ہیں کہ حکومت امیر اور بلند مرتبہ کی طرف ہوتی ہے۔ یہ سب باتیں اُسے سیاسی جدوجہد کی ضرورت سکھاتے ہیں اور مزدوروں کے لیے قوانین بنانے اور ملک کو چلانے کے طریقے وضع کرنے کے عمل میں حصہ لینے کے حقوق حاصل کرنے کی ضرورت کا سبق دیتے ہیں۔

تھوڑا تھوڑا کر کے عورت یہ سمجھنے لگ جاتی ہے کہ مزدور طبقے کے لیے ایک بہتر تقدیر کے حصول کے لیے سیاسی آزادی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کہ ورکنگ کلاس کی تنظیم کے بغیر ایک سوشلسٹ نظام ناممکن ہے۔ چناں چہ رفتہ رفتہ مزدور میں طبقاتی شعور پیدا ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ سب کچھ ایک لمحے میں وقوع پذیر نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کے لیے کبھی کبھی تو کئی سالوں کی ضرورت ہوتی ہے تب جا کر ایک فیکٹری میں کام کرنے والی ساری عورتیں شعور کی ایک ہی سطح کے ساتھ اپنی حالت جانچنے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایک فیکٹری میں کام کرنا عورتوں کو مزدور کاز کے لیے جدوجہد کے لیے تیار کرتا ہے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح یہ مردوں کو جدوجہد کے لیے تیار کرتا ہے۔

آسٹریائی پادری، بلجیم اور سوِس کیتھولک پادری اور بہت سے مہربان شریف لوگ ایسے قوانین حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جن سے کہ عورتوں پر فیکٹریوں میں کام کرنے پہ پابندی لگے۔ وہ فیکٹری کام کو الزام دیتے ہیں کہ وہ عورتوں کو خاندان سے باہر لے گیا اور دلیل دیتے ہیں کہ یہ عورتوں کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ سب کچھ ایسا ہی ہے۔ مگر وہ ایک بات بھول جاتے ہیں کہ عورتوں کو غربت فیکٹری کی طرف دھکیلتی ہے اور جن عورتوں کو فیکٹری سے باہر پھینک دیا جاتا ہے انھیں آمدن کے دوسرے ذرائع ڈھونڈنے پڑتے ہیں۔ وہ کام گھر میں لانے کی طرف جاتی ہیں اور کاٹج انڈسٹری میں گرفتار ہوتی ہیں اور یوں ایسے کام میں خود پہ مزید بوجھ ڈالتی ہیں۔ ایک دوسرا امکان یہ ہے کہ اُن کے لیے اپنے آپ کو بیچنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں رہتا۔ وہ

مہربان شریف لوگ عورت مزدور پر تو افسوس کرتے ہیں مگر وہ اس حالت کو نہیں دیکھ پاتے جس میں کہ عورت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مزدور کاز کے لیے لڑنا برائی ہے اور یہ کہ ایک عورت کے لیے گھر میں رہنا اور مزدور کاز میں حصہ نہ لینا بہت اچھا ہے۔ خود مزدور عورتیں معاملات کو مختلف انداز میں دیکھتی ہیں۔ وہ عورتوں پر فیکٹری کام پہ پابندی کے خلاف بولتی ہیں۔

عورتوں کو عموماً مردوں سے کم معاوضہ ملتا ہے۔ چناں چہ فیکٹری مالکان اپنی فیکٹریوں میں عورت مزدور خوشی سے رکھتے ہیں اور کبھی کبھی تو مردوں کو ہٹا کر عورتیں بھرتی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مرد مزدور ایسے قوانین چاہتے ہیں جن کی رو سے عورتوں پر فیکٹری میں کام پر پابندی ہو۔ وہ عورتوں کو خطرناک مقابلہ والی کے بہ طور دیکھتے ہیں جو مزدوری کی قیمت گھٹا دیتی ہیں اس لیے کہ وہ اپنی محنت، زندہ رہنے کے لیے ضروری ریٹ سے بھی نیچے لگا لیتی ہیں۔ لیکن اگر مزدور ایسی پابندی لگوا بھی لیں تو کیا ہوگا؟ کیا وہ برطرف کردہ عورتوں کی جگہ لے سکتے ہیں؟ نہیں۔

فیکٹری مالکان عورتوں کی سستی مزدوری کو مہنگے مردوں سے بدلنے پر کبھی راضی نہ ہوں گے۔ ہم فیکٹری قانون سازی کی تاریخ سے جانتے ہیں کہ جب ایک قانون پیش ہوا جس میں چائلڈ لیبر کے استعمال کو محدود کیا گیا تو مالکان نے چائلڈ لیبر کو بڑی عمر کے مزدوروں کے لیے تبدیل نہیں کیا۔ انھوں نے نئی مشینری متعارف کر دی جس کی مدد سے وہ چائلڈ لیبر کے ساتھ کام کروا سکتے تھے۔ اگر عورتوں کی مزدوری پہ پابندی کا قانون آئے تو اب بھی یہی کچھ ہوگا۔ مالکان نئی مشینیں لگائیں گے اور مردوں کو بہت کم فائدہ ہوگا۔ نہیں۔ عورتوں کو ریٹ کم کرانے سے بچانے کے لیے مردوں کو عورتوں کو نکال باہر کرنے کے قوانین کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے بل کہ مردوں اور عورتوں کے مساوی معاوضے کا مطالبہ کرنا چاہیے۔

اِن دنوں مالکان عورتوں کو مردوں کی مزدوری پر صرف اس لیے ترجیح نہیں دیتے کہ عورتوں کی مزدوری سستی پڑتی ہے بلکہ اس لیے بھی کہ عورتیں مزدوروں کی نسبت زیادہ فرماں بردار

اور کمپرومائز کرنے والی ہوتی ہیں اور مالکان جی بھر کے اُن کا استحصال کر سکتے ہیں۔ چناں چہ مردوں کو عورت مزدوروں کو منظّم کرنے میں ان کی مدد کرنی چاہیے، ان میں طبقاتی شعور بڑھانا چاہیے، اس لیے کہ باشعور اور منظّم عورتیں مالکان کے مطالبات پہ کم قبول پذیر ہوں گی اور خود کو مالک کی انگلی کے اشارے پر ناچنے کی اجازت نہیں دیں گی۔

لیکن اگر عورت مزدور پابندی سے رضا مند نہیں ہو سکتی پھر وہ ایسے فیکٹری قوانین چاہے گی جو اس کی زندگی، صحت اور مفادات کی حفاظت کریں۔

1897ء میں زیورچ، سوئٹزرلینڈ کے اندر ایک انٹرنیشنل کانگریس میں سارے ممالک کی مزدور یونینوں کی ایک ڈیلیگیٹ میٹنگ ہوئی۔ انہوں نے سارے ممالک میں صحت اور سیفٹی کے اقدامات پر بحث کیا اور عورت کی مزدوروں کی حفاظت کے سلسلے میں انھوں نے ہر جگہ اس بات پہ مہم چلانے کا فیصلہ کیا:

1۔ بڑی اور چھوٹی صنعت میں، ہینڈی کرافٹس میں، ٹریڈنگ اسٹیبلشمنٹ میں، پوسٹ ٹیلی گراف اور ٹیلی فون ایجنسیوں میں، ریلوے، شپنگ اور دوسری جگہوں پر اور کاٹیج انڈسٹری میں بھی ساری عورت ورکرز کے مؤثر اور بھرپور لیگل ہیلتھ اور سیفٹی پروٹیکشن کے لیے مہم چلائی جائے۔ مؤثر پروٹیکشن کا مطلب صرف کاغذوں پر موجود ہونا نہیں ہے بل کہ حقیقت میں اسے روبہ عمل لانا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایسے فیکٹری مالکان کے لیے سخت سزا ہو جو اس قانون پر عمل درآمد نہ کریں۔

2۔ کانگریس نے طے کیا کہ سب سے بڑھ کر، ساری فیکٹری اور دوسری عورت مزدوروں کے لیے کام کا دن آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ ہو، اور ہفتے میں 44 گھنٹوں سے زیادہ نہ ہو۔ کام اتواروں کو دو پہر کو ختم ہو، تاکہ عورتوں کو سوموار تک ٹائم آف کم از کم 42 گھنٹے کا بریک یقینی ملے۔

3۔ کارخانہ دار کو فیکٹریوں اور دوسری جگہوں پر عورتوں کو اپنی شفٹ مکمل کرنے کے بعد گھولے جا کر ایکسٹرا کام کروانے پر سختی سے منع کیا جائے۔

4۔ بچے کی پیدائش کے اوقات میں مائیں بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں ٹوٹل آٹھ ہفتے تک مینوفیکچر میں نہیں لگائی جائیں گی۔ سارے معاملات میں بچے کی پیدائش کے بعد کم از کم چھ ہفتوں کا وقفہ ہو۔ قانون میں انڈسٹری کی اُن شاخوں کی لسٹ دینی چاہیے جن میں حاملہ عورتوں کو بھرتی نہ کیا جائے۔ حمل کی چھٹی کے دوران عورتوں کو اجرتوں میں نقصان کی اجرت ملنی چاہیے جو کہ عام اجرت سے کبھی کم نہ ہو۔ یہ پیسہ ریاست یا کمیون سے ملے۔

5۔ گاؤں کی مزدور عورتوں اور نوکرانیوں کے لیے خصوصی ہیلتھ اور پروٹیکشن قوانین ہوں جو اس طرح کی پروٹیکشن سطح مہیا کریں جو کہ ملازم عورتوں کی دوسری اقسام سے بدتر نہ ہوں۔

6۔ کانگریس مطالبہ کرتی ہے کہ ایک جیسے کام کے لیے مردوں اور عورتوں کو مساوی معاوضہ دیا جائے۔

تو مزدور کس طرح کانگریس کے مطالبات کے تسلیم کیے جانے کو یقینی بنائیں؟ ان پر پریس میں اور میٹنگوں میں عوامی بحث ہوگی۔ مطالبات کو پٹیشن کی صورت میں پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا، ان پٹیشنوں پہ بہت لوگوں کے دستخط ہوں گے، کبھی کبھی تو ہزاروں کے۔ مزدوروں کے نمائندے پارلیمنٹ میں مطالبات کو پیش کریں گے تاکہ متعلقہ قوانین شائع ہوں اور اس طرح کانگریس کے مطالبات کو لاگو کرنا یقینی بنائیں گے۔

یہاں روس میں مزدوروں کی حالت پہ کھلے عام بحث نہیں ہو سکتی، نہ پٹیشن پیش کی جا سکتی ہیں۔ ہمارے پاس پارلیمنٹ نہیں ہے۔ یہ توقع کرنا مذاق ہے کہ حکومت کانگریس کے مطالبات کو پورا کرے گی۔ جو قانون مزدوروں کی طرف داری کرے اس قانون کو جدوجہد کر کے جیتنا ہوگا، بالکل اسی طرح جیسے وہ 1885ء اور 1887ء کی جدوجہدوں سے حاصل کیے گئے تھے۔ لیکن اگر وہ قانون حاصل بھی کیے جائیں تو بھی ان کا اطلاق مسلسل بائی پاس ہوتا رہے گا اور لاگو نہ ہوگا۔ حقیقی مزدور تحفظ حاصل کرنے کے لیے مزدوروں کو سیاسی آزادی لینا ہوگی، جس طرح اُن

کے بھائیوں یعنی یورپی مزدوروں نے حاصل کی ہے ۔ سیاسی جدوجہد ہی وہ واحد راستہ ہے جس سے مزدور اپنی حالت میں بہتری لا سکتے ہیں ۔ کام کے بہتر حالات کے لیے جدوجہد میں، اور سیاسی آزادی کے، اور ایک بہتر مستقبل کے لیے جدوجہد میں، عورت مزدور مرد مزدور کے شانہ بشانہ جائے گی ۔

تشریحات

1۔ ٹکسٹائل انڈسٹری وہ ہے جو مختلف قسم کے ریشے دار اشیا کی پروسسنگ کا احاطہ کرتی ہے fla: پشم، کاٹن، foams۔

2۔ پرولتاریہ سے ہماری مراد ایک ایسا شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور وہ صرف اسی پر زندہ رہتا ہے جو دوسرے اشخاص کرایہ پر اُس سے محنت کرا کر اُسے دیتے ہیں، یا جیسے کہ کتابوں میں آیا ہے، وہ قوتِ محنت بیچ کر زندہ رہتا ہے۔ ایک مزدور ایک پرولتاریہ ہوتے ہے اس لیے کہ وہ صرف اپنی قوتِ محنت بیچ کر ہی زندہ رہتا ہے۔

3۔ یہی کچھ ایک عورت کی اُس محنت کے بارے میں کہا جا سکتا ہے جو وہ ''ہوم انڈسٹری'' میں کرتی ہے۔ بہت سی فیکٹریاں گھر میں کام تفویض کرنے پر خوش ہوتی ہیں۔ ایسا کام حاصل کرنے کے لیے فیکٹری مالکان نہ ہونے کی حد تک معاوضہ دیتے ہیں۔ وہ اس قدر کم معاوضے پر کام کرتی ہیں کہ حتیٰ کہ صبح سے شام تک بغیر کسی وقفے کے کام کرتے رہنے سے بھی محض چند سکے کما لیتی ہیں۔ وہ یہ کام اس لیے لیتی ہیں کہ اور کوئی متبادل نہیں ہوتا اور حتیٰ کہ بدترین کمائی بھی خاندان کو سپورٹ کرتی ہے۔ مگر واضح طور پر گھر میں کام عورت کو آزادی نہیں دیتا بلکہ اس کی قوت کا بیڑہ غرق کرتا ہے۔

4۔ عورت گھر میں ایک غلام ہوتی ہے۔ اور یہ اُس کی محتاجی / انحصاری ہوتی ہے جو اُسے باہر کی طرف دھکیلتی ہے۔

5۔ زیٹکن جرمنی میں عورت مزدور تحریک کی ممتاز اور باصلاحیت لیڈروں میں سے ایک۔

*****

سنگت ٹرانسلیشن سیریز

بلوچی

1۔جہاں جسکیں دَہ روش (سیاسی ادب) جان ریڈ/ شاہ محمد مری

2۔آزادی (سیاسی ادب) کرسٹوفر کاڈویل/ شاہ محمد مری

3۔کرنلا کسے کاگدنوشتہ نہ کنت (ناول) گارشیا مارکیز/ فدا احمد

4۔دُزوکچک (ناول) نجیب محفوظ/ شرف شاد

5۔ایوان الیچے مرگ (ناول) ٹالسٹائی/ ڈاکٹر بیزن صبا

6۔اینمل فارم (ناول) جارج آرویل/ ڈاکٹر علی دوست

7۔وارڈ نمبر شش (ناول) چیخوف/ شرف شاد

8۔جارج بورخیس (ناول/افسانے) بورخیس/ قاسم فراز

9۔اوڈیسی (رزمیہ) ہومر/ فدا احمد

10۔مرادانی بام (ناول) ایوان ترگنیف/ مسرور شاد

11۔مرگ ءِ وشی (ناول) البرٹ کامیو/ عبداللہ شوہاز

12۔گلڑو (ناولٹ) موپساں/ فضل خالق

13۔کمیونسٹ مینی فیسٹو (سیاسی ادب) مارکس، اینگلز/ شاہ محمد مری

14۔کاشند (فلسفہ) خلیل جبران/ شاہ محمد مری

15۔گلیلو (ڈراما) بریخت/ شاہ محمد مری

براہوی

16۔کناداغستان (ناول) رسول حمزہ توف/ غمخوار حیات

17۔اینمل فارم (ناول) جارج آرویل/ عبدالرازق ابا بکی

18۔بزغر نامسٹر (افسانے) نور محمد ترکئی/ حمید عزیز آبادی

پشتو

19۔غدار (ناول) کرشن چندر/ عابدہ رحمان

20۔سائیں کمال خان شیرانی (سوانح حیات) شاہ محمد مری/ بارکوال میاں خیل

اُردو

21۔جینی مارکس کے خطوط (خطوط) جینی مارکس/ شاہ محمد مری

22۔گندم کی روٹی (ناول) ستار پردلی/ شاہ محمد مری

23۔یادداشتیں (یادیں) صدرالدین عینی/ شاہ محمد مری

24۔اباسین پہ سحر ہوتی ہے (نثر پارے) سلیمان لائق/ شاہ محمد مری

25۔لوہسون کے منتخب افسانے	(چینی افسانے)	لوہسون/ شاہ محمد مری
26۔سماج میں عورت کا کردار	(سیاسی ادب)	کلارا زیٹکن/ سی آر اسلم
27۔دکھ کی مسافت	(سیاسی سوانح)	حمیدہ گھانگرو/ عابد میر
28۔امید گر	(افغان شاعری)	کبریٰ مظہری/ عابدہ رحمان
29۔منتخب سوویت ادب	(نثری ادب)	شاہ محمد مری
30۔اسپارٹیکس	(ناول)	ہاورڈ فاسٹ/ شاہ محمد مری
31۔سٹیزن ٹام پین	(ناول)	ہاورڈ فاسٹ/ شاہ محمد مری
32۔کارل مارکس؛ زندگی اور افکار	(سوانح حیات)	والکوف/ شاہ محمد مری
33۔ڈفنس آف کاہان	(تاریخ)	رینالڈ ولیم/ شاہ محمد مری
34۔مری بغاوت	(تاریخ)	لیمبرک/ شاہ محمد مری
35۔سالیڈ برادران	(سیاسی ادب)	جارج جیکسن/ شاہ محمد مری
36۔کارل مارکس کی داستانِ حیات	(سیاسی سوانح)	فرانز مہرنگ/ شاہ محمد مری
37۔محنت کش عورت	(اُردو)	کروپسکایا/ شاہ محمد مری
38۔تاریخ مجھے بری کر دے گی	(اُردو)	فیڈل کاسٹرو/ شاہ محمد مری

عشاق کے قافلے

مزدک	شاہ عنایت
ٹام پین	شاہ لطیف
مستیں توکلی	عبدالعزیز کرد
یوسف عزیز مگسی	فیڈل کاسٹرو
چے گویرا	بابو شورش
سی آر اسلم	بابا بزنجو
گل خان نصیر	عبداللہ جان جمالدینی
ڈاکٹر خدائیداد	سائیں کمال خان شیرانی
سوبھو گیان چندانی	فہمیدہ ریاض

پیپلز ہسٹری آف بلوچستان

جلد اول	پری ہسٹاریکل بلوچستان
جلد دوم	بلوچ ریاست کی تشکیل
جلد سوم	قبائلی اور فیوڈل عہد
جلد چہارم	انگریز کے خلاف مسلح لڑائی
جلد پنجم	بلوچستان اینڈ آل انڈیا بلوچ کانفرنس